بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"لا إله إلا الله" کی گواہی (*)

سب سے پہلا اور عظیم اصل واساس جس کو لے کر تمام انبیائے کرام اس روئے زمین پر تشریف لائے وہ اس بات پر ایمان لانا ہے کہ اللہ تعالی ہی سچا معبود ہے جو ہر قسم کے نقائص وعیوب سے مبرّا ومنزہ ہے اور یہی "لا الہ الا اللہ" کی شہادت کا معنی ومفہوم ہے۔ نیز یہی وہ اہم اصل ہے جس پر تمام انبیاء ورسل متفق ہیں، ان سب نے اس اہم اصل واساس کی طرف دعوت دی، اور وہ یہ کہ دنیا کے تمام لوگ اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالی ہی سچا معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور یہی "لا الہ الا اللہ" کا معنی ومفہوم بھی ہے کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور لوگ جن بتوں، یا درختوں، یا پتھروں، یا نبیوں، یا ولیوں، یا فرشتوں کی پرستش وپوجا کرتے ہیں وہ سب کے سب باطل ہیں، چنانچہ سچی عبادت وبندگی صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالی کیلئے ثابت ودرست ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (سورة البقرة: ١٦٣)

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (الإسراء: ٢٣)

" اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اسکے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔"

(*) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعة" (٧/ ٣٥-٣٦) للإمام ابن باز.

نیز ارشاد فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (سورة الفاتحة: ٥)

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

نیز فرمایا: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (سورة البينة :٥)

"انہیں اسکے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراھیم حنیف کے دین پر" (یعنی شرک سے توحید کی طرف اور تمام ادیان سے منقطع ہوکر صرف دین اسلام کی طرف مائل اور یکسو ہوتے ہوئے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا)۔

نیز اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سورة الحج:٦٢)

" یہ سب اسلئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسکے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔"

"لا اله الا الله" کے شرائط:

کلمہ "لاإله الا الله" کی متعدد شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

کلمہ(۱) لا اله الا الله کے معنیٰ ومفہوم کا علم ہو، اس کے معنیٰ ومدلول پر یقین ہو اور اس کی صحت میں شک نہ ہو، اس میں اللہ کے لئے اخلاص ہو، اپنی زبان اور دل سے اس کلمہ کے اقرار میں سچا ہو، یہ کلمہ اللہ کے لیے جس اخلاص پر دلالت کرتا ہے اس سے محبت کرنا، اس کو قبول کرنا اور اس کی تابعداری اور اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کو جملہ عبادات کے اندر اکیلا وتنہا جاننا، اور اس کے ساتھ شرک کرنے سے گریز کرنا اور اس کے ماسوا کی عبادت سے براءت کا اظہار کرنا، اور اس کے بطلان کا اعتقاد رکھنا، یہ تمام امور کلمہ لا اله الا الله کے شرائط اور اس کے معنیٰ کی صحت میں داخل ہیں۔

مومن مرد وعورت اس کلمہ کا اقرار غیر اللہ کی عبادت سے بیزاری کے ساتھ، نیز حق کی تابعداری

---

(۱) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعة" (۳/۴۹-۵۰) .

اوراس کی قبولیت، اللہ کے لئے محبت، اس کی توحید، اس کے لئے اخلاص اوراس کلمہ کے معنیٰ ومفہوم میں شک نہ کرتے ہوئے کریں، کیونکہ بعض لوگ اس کلمہ کو کہتے تو ہیں لیکن ان کا اس پر ایمان ویقین نہیں ہوتا ہے، جیسے منافقین کا حال تھا جواس کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں شک یا تکذیب پایا جاتا تھا۔ لہٰذا اس کلمہ کے اقرار کے ساتھ علم، یقین، صدق، اخلاص، محبت، انقیاد (تابعداری)، قبولیت اور شرک سے براءت کا پایا جانا ضروری ہے۔

لا اله الا الله کے نواقض:

بہت[1] سارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ لا الـه الا الـله، یا أشهـد أن لا إلـه إلا الله وأن محـمـدا رسـول الـلـه کا صرف اقرار کرلیناہی کافی ہے اوراسکے بعد جیسا عمل کرنا چاہے کرے، حالانکہ یہ انتہائی درجہ کی جہالت اوراس کلمہ کی حقیقت سے نا آ گاہی ہے، کیونکہ یہ صرف زبان سے کہے جانے والے کلمات نہیں ہیں، بلکہ یہ ایسے کلمات ہیں جن کا ایک معنیٰ ومفہوم ہے جس کی تکمیل ضروری ہے بایں طور کہ اس کلمہ کے اقرار کے ساتھ ساتھ اس کے تقاضے پر عمل کیا جائے۔

۞ اگر کوئی شخص زبان سے لا اله الا الله کا اقرار کرے، لیکن وہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے محاربہ (جنگ) کرتا ہے تو اس نے اس کلمہ کا حق ادا نہیں کیا، کیونکہ منافقوں نے بھی اس کلمہ کا زبان سے اقرار کیا تھا اوران میں سرفہرست عبداللہ بن ابی بن سلول تھا لیکن اسکے باوجود بھی وہ جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾

(سورة النساء: ١٤٥)

" منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی

(١) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۴/۱۶-۲۵).

مددگار پالے-"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا زبان سے اقرار کرنے کے باوجود ان کا اتنا برا انجام کیوں ہوگا ؟

اس کا جواب بالکل آسان ہے، کیونکہ منافقین نے اس کلمہ کو صرف زبان سے ادا کیا لیکن اپنے دلوں سے اس کا انکار کیا، نہ تو اس کا اعتقاد رکھا، اور نہ ہی اس کے تقاضے پر عمل کیا۔ لہٰذا صرف زبان سے اس کلمہ کا اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

❁ اسی طرح یہود ونصاریٰ اور بت پرستوں میں سے جنھوں نے اس کلمہ کا اقرار کیا، وہ سب بھی اسی راستے پر ہیں، انہیں یہ کلمہ فائدہ نہیں پہنچائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے معنیٰ پر ایمان لے آئیں، اور یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کو خالص کریں اور یہاں تک کہ وہ اس کی شریعت کے تابعدار بن جائیں .

❁ اسی طرح مسیلمہ کذاب، اُسود عنسی، مختار بن عبید ثقفی وغیرہ نبوت کے دعویداران کے متبعین وپیروکار، لا اله الا الله اور محمد رسول الله کا اقرار کرتے تھے، لیکن جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کی تصدیق کی، تو وہ کافر اور مرتد ہوگئے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے اس فرمان کو جھٹلا دیا: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ٤٠)

"(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں ہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے".

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم اور ان کی آخری کڑی ہیں، لہذا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ کافر اور گمراہ ہوگیا۔

جب نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہوجاتا ہے، کیونکہ اس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس عظیم

مقام میں اس کے لائق ومناسب نہیں، اوراس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا، تو جو شخص الوہیت کے مقام ومرتبہ کا دعویٰ کرے اوراپنے آپ کو اللہ کے ماسوا پوجا کیے جانے کیلئے پیش کرے تو پھراس کا حکم کیا ہوگا؟ بلا شک وشبہ وہ کفر اور گمراہی کا زیادہ مستحق ہے.

جو شخص غیر اللہ کی پوجا کرے اوراس کے لئے عبادت انجام دے، اوراسی کی خاطر دوستی اور دشمنی کرے تو ایسا شخص عظیم ترین کفر وضلالت کا مرتکب ہے.

❁ اسی طرح اگر کوئی شخص لااله الا الله کا اقرار کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ بدوی کو پوجتا ہے، یا حسین کو پوجتا ہے، یا ابن علوان یا عیدروس کو پوجتا ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا ہے، یا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پوجتا ہے، یا شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہم کی پوجا کرتا ہے، ان کو پکارتا، ان سے استغاثہ کرتا، ان کے لیے نذر مانتا، اوران سے مدد طلب کرتا ہے تو یہ کلمہ لا إلـه إلا الـلـه اسے کوئی فائدہ نہ دے گا، بلکہ وہ شخص اس کی وجہ سے کافر اور گمراہ ہوجائے گا اوراس کلمہ کو توڑنے والا اوراسے باطل کرنے والا ہوجائے گا۔

❁ اسی طرح اگر کوئی آدمی لااله الا الله کا اقرار کرتا ہے اور نماز کی ادائیگی کرتا اور روزہ رکھتا ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا اور برا بھلا کہتا ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتا ہے، یا آپ کا مذاق اڑاتا ہے، یا یہ کہتا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت کو کما حقہ نہیں پہنچایا، بلکہ اس میں کوتاہی سے کام لیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عیب سے متہم کرتا ہے، تو ایسا شخص کافر ہوگیا، گرچہ وہ ہزاروں بار "لااله الا الـلـه" کا اقرار کرے، اور گرچہ وہ صوم وصلاۃ کا اہتمام کرے، کیونکہ یہ نواقضِ توحید اس کے مرتکب شخص کے دین کو باطل کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں کے اندر ایک باب قائم کیا ہے جس کا نام انھوں نے "باب حکم المرتد" رکھا ہے۔ یعنی وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد کافر ہوجائے، اورانہوں نے اس باب میں نواقض اسلام کے کچھ انواع کا ذکر کیا ہے جن میں سے وہ قسم بھی ہے جس کا ہم

نے ابھی ذکر کیا ہے۔

۞ اسی طرح اگر کوئی آدمی "لا الــه الا اللـه" کا اقرار کرتا ہے، لیکن صلاۃ کی فرضیت کا منکر ہے اور وہ کہتا ہے کہ: صلاۃ واجب نہیں ہے، یا صوم واجب نہیں ہے، یا زکوۃ واجب نہیں ہے، یا استطاعت کے باوجود حج واجب نہیں ہے، تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، اور ایسے شخص کو لا الــه الا الـلــه کا اقرار، یا اس کی نماز، یا اس کا روزہ کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اگر وہ اس کی فرضیت کا منکر ہے.

۞ اور اگر کوئی شخص صوم وصلاۃ کا پابند اور عبادت گذار ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ: زنا حلال ہے، یا اس کے علاوہ دیگر کسی چیز کو جس کی حرمت پر امت کا اجماع واتفاق ہے اسے حلال سمجھتا ہے، تو ایسا آدمی تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہو جائے گا اور اس قول کیوجہ سے اس کا دین ٹوٹ جائے گا، گرچہ وہ لا اله الا الله کا اقرار کرتا ہو اور محمد رسول الله کی شہادت دیتا ہو اور صوم وصلاۃ کا اہتمام کرتا ہو، کیونکہ وہ زنا کو حلال سمجھنے کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والا ہو گیا جس نے اسے اپنے اس فرمان کے ذریعہ حرام قرار دیا ہے:

﴿وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيلاً﴾ (سورة الإسراء : ٣٢)

''خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔''

۞ اسی طرح اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ: شراب یا جوا حلال ہے، تو وہ کافر ہو گیا گرچہ وہ صوم وصلاۃ کا اہتمام کرے، اور گرچہ وہ کلمہ لاالــه الا اللـه کا اقرار کرے، بلاشبہ وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر اور مشرک ہو جائیگا، کیونکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی کو اس کے اس فرمان میں جھٹلانے والا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورة المائدة : ٩٠)

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ

سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔“

لیکن ان اشیاء کو حلال قرار دینے والا اگر ایسا ہے جس کے مانند شخص اسلام کے احکام سے نابلد ہوتا ہے کیونکہ اس کی نشونما مسلمانوں سے دور دراز ملک میں ہوئی ہے، تو اسے شریعت کی دلیلوں کی روشنی میں اس کا حکم بتایا جائے گا، اس کے بعد بھی اگر وہ زنا یا شراب یا اس جیسی دیگر متفقہ محرمات کی حلت پر مصر رہے تو ایسا آدمی بالاجماع (متفقہ طور پر) کافر ہے.

❁ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز، روزہ اور عبادت کا اہتمام کرے اور ہر مجلس میں اس کلمہ (لا اله الا الله) کا ہزاروں بار ورد کرے، پھر ان سب کے بعد یہ کہے کہ: اس کی ماں یا اس کی بیٹی یا اس کی بہن حلال ہے جس سے وہ ہم بستر ہوسکتا ہے، تو تمام مسلمانوں کے نزدیک وہ کافر ہے اور اس کی وجہ سے وہ مرتد ہو جائے گا کیونکہ اس نے نص اور اجماع سے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال ٹھہرا لیا۔

❁ اسی طرح اگر کوئی شخص نبیوں میں سے کسی ایک نبی کی تکذیب کرے اور کہے کہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور میں ان پر ایمان رکھنے والا اور اللہ تعالیٰ کا موحد ہوں، اور میں لا اله الا الله کا اقرار کرتا ہوں، لیکن میں کہتا ہوں کہ: عیسی ابن مریم جھوٹے ہیں رسول نہیں ہیں، یا موسی، یا ہارون، یا داود، یا سلیمان، یا نوح، یا ھود، یا صالح، یا ان کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام جن کی نبوت کی قرآن نے صراحت کی ہے، وہ نبی نہیں ہیں، یا ان کو سب وشتم کرے تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، اور اس کو لا اله الا الله کا اقرار، محمد رسول الله کی شہادت اور صوم وصلاۃ کی ادائیگی کچھ فائدہ نہیں دے گی، کیونکہ اس نے ایسے کام کا ارتکاب کیا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوتی ہے، اور اللہ کے پیغمبروں کی عیب جوئی ہوتی ہے.

❁ اسی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ ہر چیز کو انجام دے، تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اور صوم وصلاۃ کو بھی انجام دے، لیکن وہ کہتا ہو کہ زکاۃ فرض نہیں ہے، جو چاہے زکوۃ دے اور جو چاہے زکوۃ نہ دے، تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص بھی متفقہ طور پر کافر ہے، اور ان مرتدین میں

شامل ہے جن کے خون کو بہانا جائز ہے کیونکہ ایک طرف تو اس نے زکاۃ کی فرضیت کا انکار کیا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مخالفت کی: ﴿وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (سورة البقرة:٤٣) ''اور نمازوں کو قائم کرو اور زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو".

اسی طرح اس نے سنت کے ان ثابت شدہ نصوص کی مخالفت کی جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ زکاۃ اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور اس کے ارکان میں سے ایک رکن ہے.

❁ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز کو ترک کردے، تو گرچہ وہ اس کی فرضیت کا قائل ہے لیکن علماء کے صحیح تر قول کے مطابق وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((العهد الذى بيننا و بينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر))

''ہمارے اور ان (کفار و مشرکین) کے درمیان عہد و پیمان نماز ہے، لہٰذا جس نے نماز کو ترک کردیا، وہ کافر ہوگیا۔'' (اس کی تخریج احمد نے اپنی مسند میں کی ہے اور اصحاب السنن نے اسکو صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے).

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((بين الرجل و بين الشرك و الكفر ترك الصلاة))

''آدمی اور شرک و کفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔'' (صحیح مسلم)

اس کے علاوہ اور متعدد آیات واحادیث ہیں جو تارک صلاۃ کے کفر پر دلالت کرتی ہیں.

❁ اسی طرح اگر کوئی آدمی نماز اور روزہ کی پابندی کرے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کا موحد ہے، اور شرک سے اجتناب کرے، لیکن وہ یہ کہے کہ: جنت یا جہنم برحق نہیں ہے، جنت اور جہنم کا وجود ہی نہیں ہے، یا یہ کہے کہ: میزان کا وجود نہیں ہے، یا قیامت نہیں ہے، یا یوم آخرت کا وجود نہیں ہے، تو اس کی وجہ سے وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر، مرتد اور گمراہ ہوجاتا

ہے، یا وہ یہ کہے کہ: اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں ہے، یا وہ چیزوں کی حقیقت کو نہیں جانتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے اس قول کیوجہ سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس فرمان اور اس معنیٰ کی دیگر آیات کی تکذیب کرنے والا ہو جاتا ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (سورة التوبة: ١١٥) ''بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

نیز اس نے اس قول کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تنقیص کی ہے اور اسے سب وشتم کیا ہے۔

مذکورہ تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام میں داخل ہونا، اور کلمہ لاالہ الا الله کا اقرار کرنا، اور محمد رسول الله کی گواہی دینا، جان و مال کے تحفظ کیلئے کافی نہیں ہے اگر اس کا اقرار کرنے والا اس کے نواقض کا ارتکاب کرتا ہے۔

"محمد رسول اللّٰہ" کی گواہی (*)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جن وانس کیلئے بشیر ونذیر، اور اس کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا، اور آپ کو دین حق اور ہدایت ورحمت کے ساتھ، نیز آپ پر ایمان لانے، آپ سے محبت کرنے اور آپ کے راستے کی پیروی کرنے والے کیلئے دنیا وآخرت کی سعادت بنا کر بھیجا۔ آپ نے رسالت کو بحسن وخوبی پہنچایا، امانت کو ادا کیا، امت کی خیر خواہی فرمائی، اور اللہ کے راستے میں بھرپور جہاد کیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین، سب سے اچھا اور کامل ترین بدلہ عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی، آپ کے حکم کی بجا آوری وفرمانبرداری، اور آپ کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا اسلام کے اہم فرائض میں سے ہیں اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقصود ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رسالت کی شہادت وگواہی دینا

(*) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعة'' (٢/٣٩٦) للإمام ابن باز.

آپ کی محبت، آپ کے اتباع، اور ہر موقع پر اور آپ کا نام آنے پر، آپ پر درود وسلام بھیجنے کا متقاضی ہے، کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق کی ادائیگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ اس کے اوپر اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی مشروعیت:

نبی(۱) ﷺ پر درود بھیجنا نمازوں کے اندر تشہد میں مشروع ہے، نیز خطبوں، دعاؤں، اور استغفار میں، اذان کے بعد، مسجد میں داخل ہوتے اور اس سے نکلتے وقت، آپ کا ذکر آنے پر اور دیگر جگہوں میں مشروع و مستحب ہے.

تنبیہ: کسی کتاب، یا مؤلفات، یا رسالہ، یا مقالہ، یا اسی جیسی چیزوں میں آپ ﷺ کا نام لکھتے وقت، نبی ﷺ پر درود بھیجنے کہ تاکید آئی ہے جس کی دلیلیں گذر چکی ہیں۔ اور مشروع یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اسے پورا اور کامل لکھا جائے، اور اس لیے بھی کہ جب قاری اس سے گزرے تو اسے یاد آجائے۔ رسول ﷺ پر درود لکھتے وقت کلمہ (صلعم) یا (ص) یا اسی کے مشابہ دیگر رموز پر اکتفا نہ کیا جائے جسے بعض کاتبین اور مؤلفین استعمال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہے:

﴿صَلُّوا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوا تَسۡلِيمًا﴾

''تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔'' (الاحزاب: ۵۶)

نیز اس سے مقصود پورا نہیں ہوتا ہے اور مکمل (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنے میں موجود افضلیت بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قاری کو اس کا خیال ہی نہ آئے یا وہ اس کا مطلب ہی نہ سمجھ سکے، نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اہل علم نے درود کے لیے رموز کے استعمال کو ناپسند کیا ہے اور اس سے احتراز کرنے کی تلقین کی ہے۔

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۲/۹۷-۹۸) للإمام ابن باز.

نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر درود بھیجنے کے سلسلے میں متعدد احادیث کے اندر رغبت دلائی ہے، انہی میں سے یہ حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ " (صحیح مسلم)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، اور میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو، کیونکہ تمہارا درود، تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ تک پہنچتا رہتا ہے۔ " (ابوداود)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ " (ترمذی، احمد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے فوائد:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بہت سارے فوائد ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری، نیز آپ ﷺ پر درود بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے فرشتوں کی موافقت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ٥٦)

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، تو اے مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو ".

۲- درود وسلام بھیجنے والے کے اجر میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے.

۳- اس کی دعا کی قبولیت کی امید، نیز حصول برکت کا سبب ہے.

۴- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دائمی محبت اوراس میں زیادتی اور بڑھوتری کا ہونا.

۵- بندے کی ہدایت اوراس کے دل کی زندگی وتازگی کا سبب ہے.

چنانچہ جس قدر بندہ کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے گا اور آپ کا تذکرہ کرے گا اسی قدر اس کے دل پر آپ صلی اللہ علیہ کی محبت حاوی ہوجائے گی، یہاں تک کہ اس کے دل میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر میں سے کسی چیز کی مخالفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی چیز کے اندر شک باقی نہیں رہ جائے گا.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت:

اللہ تعالیٰ (۱) نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ ملایا ہے اوراس بات کی وضاحت کردی ہے کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا اعتقاد رکھے گا وہ ناکام ونامراد ہے اس کی نہ تو فرض قبول ہوگی نہ ہی نفل، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورة آل عمران : ۸۵)

''جو اسلام کے علاوہ دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا.''

دوسری جگہ فرمایا: ﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ﴾ (سورة النساء : ۸۰)

" جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی -"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (سورة النور: ۵٤)

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۸/۱۹۸-۱۹۹) للإمام ابن باز.

(۲) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۸/۱۳۶-۱۳۷) للإمام ابن باز.

" کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو۔"

نیز (۲) سنت میں وارد نصوص میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (متفق علیہ)

اور (صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، کہا گیا کہ: اے اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا "(بخاری)

یہ حدیث اس بات پر واضح ثبوت ہے کہ جس نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی تو اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کیا۔

محمد ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے:

امام (۱) بخاری و مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں، ایک مہینہ کی مسافت سے ہی دشمن کے دل میں رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، اور میرے لئے پوری روئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، تو جو بھی شخص نماز کے وقت کو پالے تو وہ نماز پڑھ لے،

(۱) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ" (۸/ ۱۹۷-۱۹۸) للإمام ابن باز.

اور میرے لیے مال غنیمت کوحلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، نیز نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ " (بخاری ومسلم)

یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تمام انسانیت کے لیے عام اور شامل ہونے پر کھلی دلیل ہے، اور یہ کہ اس نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا، اور یہ کہ جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کیا اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی تو وہ کافر، نافرمان اور سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ (سورة هود: ١٧)

"اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہوا سکے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے".

اور اللہ نے فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(سورة النـور:٦٣)

" سنو! جولوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے-"

اور اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾(سورة النساء: ١٤)

"اور جو شخص اللہ تعالی کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کے مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں کے ہی لئے رسوا کن عذاب ہے".

اور اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ (سورة البقرة: ١٠٨)

"(سنو!) ایمان کوکفر سے بدلنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے-"

اور[1] ان (یہود ونصاری) کی ضلالت وگمراہی کی تاکید کے لیے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ذریعہ ان کے دین کے منسوخ کردیے جانے کے بعد وہ ایک باطل دین پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو حکم دیا کہ وہ ہر روز، ہر نماز اور ہر رکعت میں اللہ رب العالمین سے صحیح اور مقبول سیدھے راستے کی طرف ہدایت کا سوال کرے اور وہ راستہ: اسلام ہے۔اور ایسے لوگوں کے راستے سے دور رکھے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ یہود اور ان کے ہم مثل لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں پھر بھی اسی پر مصر ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ وہ اسے گمراہ لوگوں کے راستے سے دور رکھے جو بغیر علم کے عبادت کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت کے راستے پر ہیں، جبکہ وہ ضلالت وگمراہی کے راستے پر ہیں، اور وہ نصاریٰ اور ان کے مشابہ دیگر امت کے لوگ ہیں جو جہالت وگمراہی کے اساس پر عبادت کرتے ہیں۔اور یہ سب اس لیے ہے تاکہ مسلمان یقینی طور پر اس بات کو جان لے کہ اسلام کے علاوہ ہر دین باطل ہے، اور ہر وہ شخص جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے طریقے پر اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ گمراہ ہے، اور جو اس کا اعتقاد نہ رکھے، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے.

اللہ کی طرف سے سنت رسول ﷺ کی حفاظت:

رسول[2] صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ ﷺ کی قولی وفعلی سنت (احادیث) کی حفاظت کی، اور اسے اپنے بعد تابعین تک پہنچایا، پھر تابعین نے اسے اپنے بعد کے لوگوں (تبع تابعین) تک پہنچایا، اس طرح علمائے ثقات نے نسل در نسل، اور صدی در صدی احادیث کو نقل کیا، اور انھیں اپنی کتابوں میں جمع کیا، اور صحیح احادیث کو ضعیف حدیثوں سے چھانٹ کر الگ

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۸/۲۰۰-۲۰۱) للإمام ابن باز.

(۲) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۱/۲۱۶) للإمام ابن باز.

کیا، اور صحیح وضعیف حدیث کی معرفت کے لئے اصول وضوابط اورقوانین بنائے جوان کے درمیان معروف ومشہور ہیں، جن کے ذریعہ صحیح حدیث کوضعیف حدیثوں سے جانا جاسکتا ہے، اوراہل علم کے درمیان کتب سنہ(حدیث کی کتابیں) صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ متداول ہیں اورانھوں نے ان کی مکمل حفاظت کی ہے،جس طرح کہ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب عزیز کی کھلواڑ کرنے والوں کے کھلواڑ سے، اورملحدین کے الحاد(کج روی) سے، اور باطل پرستوں کی تحریف وتبدیلی سے حفاظت فرمائی، اپنے اس فرمان کے مدلول کوسچا ثابت کرتے ہوئے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(سورة الحجر :۹)

''بے شک ہم نے ہی اس قرآن کونازل کیاہےاورہم ہی اسکےمحافظ ہیں۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی نازل کردہ وحی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سنت کی اسی طرح حفاظت فرمائی ہے جس طرح اپنی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کی، اوراللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کیلئے ایسے ناقدین علماءکومسخر فرمایا جواس سے باطل پرستوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویل کومسترد کرتے ہیں، اوراس سے ہراس چیز کا دفاع کرتے ہیں جسے جاہلوں، جھوٹوں اور ملحدین نے اس کے ساتھ چسپاں کردی ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کواپنی کتاب قرآن مجید کی تفسیر، اوراس کے اندر جواحکام مجمل طور پر بیان کیے گئے ہیں ان کی وضاحت کرنے والا بنایا ہے، اوراس کے اندر دیگر ایسے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم کے اندر کوئی نص (صراحت) نہیں ہے، جیسے رضاعت کے احکام کی تفصیل، میراث کے بعض احکام، کسی عورت اوراس کی پھوپھی کواور کسی عورت اوراس کی خالہ کوایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی حرمت، اوران کے علاوہ دیگر احکام جن کا صحیح احادیث میں ذکر ہے، لیکن قرآن کریم میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔

رسول ﷺ کی سنت کی حجیت:

امام (۱) احمد، ابوداود اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "خبردار! بے شک مجھے قرآن اور اس کے ساتھ ہی اس کے مثل (سنت) عطا کیا گیا ہے، آگاہ رہو! قریب ہے کہ ایک شکم سیر آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ: تم اس قرآن کو لازم پکڑو، اس میں جو کچھ حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ، اسے حرام جانو۔" (احمد، ابوداود)

اور ابورافع کے بیٹے اپنے والد (ابورافع) سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"میں تم میں سے کسی کو اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کے پاس میری کوئی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے روکا ہو، تو وہ کہے کہ: ہم اس کو نہیں جانتے، ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا اس کا اتباع کیا۔" (ابوداود، ابن ماجہ)

نیز حسن بن جابر فرماتے ہیں کہ: میں نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن چند چیزوں کو حرام قرار دیا پھر فرمایا: "قریب ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی چارپائی پر ٹیک لگائے ہوئے میری تکذیب کرے، اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو وہ کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، لہٰذا جو کچھ ہم نے اس میں حلال پایا، اسے حلال سمجھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اس میں حرام پایا، اسے حرام سمجھتے ہیں، سنو! جس چیز کو رسول اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ اللہ کے حرام کرنے کے مثل ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

---

(۱) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ" (۱/۲۱۵-۲۱۹) للإمام ابن باز.

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ احادیث وارد ہیں کہ آپ اپنے خطبہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک مجھ سے سنی ہوئی باتیں پہنچا دیں، اور آپ ان سے کہتے تھے کہ: ''بسا اوقات وہ شخص جسے بات پہنچائی گئی ہے (براہ راست) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا یا سمجھ دار ہوتا ہے۔''

اور اسی طرح بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اور یوم النحر کے دن لوگوں کو خطبہ دیا تو ان سے فرمایا کہ:

"حاضر شخص غائب تک میری باتیں پہنچا دے کیونکہ بسا اوقات جس تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث براہ راست اس کے سننے والے پر اور اس شخص پر جسے حدیث پہنچائی گئی ہے، حجت نہ ہوتی اور اگر وہ قیامت تک باقی رہنے والی نہ ہوتی، تو آپ ﷺ اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم نہ دیتے، لہٰذا اس سے یہ پتہ چلا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر بھی حجت ہے جس نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے اور اس شخص پر بھی جس کے پاس صحیح سندوں سے اسے پہنچایا گیا ہے.

نیز امام بیہقی نے جلیل القدر تابعی ایوب سختیانی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جب تم کسی شخص سے سنت (حدیث) بیان کرو، تو وہ کہے کہ: اس کو چھوڑ و اور مجھے قرآن سے بتاؤ، تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے۔''

اور امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "سنت کتاب پر فیصلہ کرنے والی ہے، یعنی اس کے مطلق کو مقید کرنے والی ہے، یا ایسے احکام کے ذریعہ جو قرآن میں مذکور نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

(سورة النحل: ٤٤)

''یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خبردار! مجھے کتاب اور اس کے ساتھ ہی اس کے مثل عطا کیا گیا ہے...''

اور بیہقی نے عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بعض لوگوں سے کہا کہ: جس وقت تم صحیح حدیثوں کو چھوڑ دو گے تو تم تباہ وبرباد ہو جاؤ گے۔

سنت رسول ﷺ کا مقام ومرتبہ اور اس کے انکار کرنے والے کا حکم:

بلاشبہ (۱) سنت مطہرہ اسلام کے اصول میں سے دوسرا اصل ہے، اور تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام کے اندر سنت (احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن کے بعد پہلا مقام حاصل ہے، اور یہ تمام امت پر ایک مستقل حجت قائم ہے، جس نے اس کا انکار کیا یا یہ گمان کیا کہ اس سے اعراض کرنا، اور صرف قرآن کریم پر اکتفا کرنا جائز ہے، تو وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا اور کفر اکبر کا ارتکاب کیا، اور اس قول کی وجہ سے اسلام سے مرتد ہو گیا، کیونکہ وہ اس قول اور اس اعتقاد کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والا ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس چیز کا حکم دیا تھا اس کا انکار کردیا، اور اسلام کے اصول میں سے ایک عظیم اصل کا منکر ہو گیا جس کی طرف رجوع کرنے، اس پر اعتماد وبھروسہ کرنے، اور اس پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، نیز اس نے اہل علم کے اجماع کا انکار کردیا اور اسے جھٹلا دیا۔

اس (۲) سلسلے میں وارد آیات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

---

(۱) ''مجموع فتاوى ومقالات متنوعة'' (۱۳۲/۸-۱۳۴) للإمام ابن باز.

(۲) ''مجموع فتاوى ومقالات متنوعة'' (۲۱۳/۱-۲۱۵) للإمام ابن باز.

﴿وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورة آل عمران:١٣٢) " **اوراللہ اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"**

اوراللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ (سورة النساء : ٥٩)

"اے ایمان والو !فرمانبرداری کرواللہ کی اورفرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اورتم میں سے اختیاروالوں کی پھراگرکسی چیز میں اختلاف کروتواسے لوٹاؤاللہ تعالیٰ کی طرف اوررسول کی طرف اگرتمہیں اللہ تعالیٰ پر اورقیامت کے دن پرایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اورباعتبارانجام کے بہت اچھا ہے۔"

نیزاللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ وَمَن تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾(سورة النساء : ٨٠)

" اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جواطاعت کرے اسی نے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی اورجومنہ پھیرے توہم نے آپ کوکچھ ان پرنگہبان بناکرنہیں بھیجا۔ "

آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا، اورجس چیز کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اسے اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی سنت کی جانب لوٹانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے اگرآپ کی سنت قابل حجت ہی نہ ہو؟ یاتمام احادیث غیرمحفوظ ہوں؟ اس قول کا مطلب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کوایک ایسی چیز کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، اور یہ سب سے بڑا باطل اوراللہ کے ساتھ عظیم ترین کفراور بدگمانی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾
(سورة النحل: ٤٤)

''یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾(سورة النحل: ٦٤)

" اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لیے اتارا ہے کہ آپ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں اور یہ ایمان داروں کیلئے رہنمائی اور رحمت ہے۔"

تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان کی طرف نازل کردہ کتاب (قرآن) کی توضیح وتفسیر کی ذمہ داری کیسے سونپ رہا ہے، جبکہ آپ کی سنت کا کوئی وجود ہی نہیں یا اس میں کوئی حجت ہی نہیں ہے؟

اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورة النور:٥٤)

" کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، رسول کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے وہی ہے جو اس پر لازم کردیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو، سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔ "

نیز اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کے اندر دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورة

''نماز کی پابندی کرو، زکاۃ ادا کرو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (النــور:٥٦)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لا إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (سورة الأعراف:١٥٨)

" آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آ جاؤ۔"

ان آیتوں کے اندر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہدایت ورحمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے، اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیے بغیر، یا اس قول کے ساتھ کی حدیث کی کوئی صحت نہیں، یا وہ نا قابل اعتماد ہے، آپ کا اتباع کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟!

توحیداوراس کی قسمیں (*)

پہلی قسم: توحید ربوبیت: اس کا مفہوم اللہ تعالیٰ کے افعال،اس کے عالم کی تدبیر کرنے اوراس میں تصرّف کرنے کا اقرار کرنا،اس کوتوحید ربوبیت کہتے ہیں اوروہ اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا، روزی دینے والا،تمام امور کی تدبیر اوراس میں تصرف کرنے والا ہے، وہی دیتا اور روکتا ہے،وہی پست کرتا اور بلند کرتا ہے، وہی عزت دیتا اور ذلت دیتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہےاوروہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس توحید کا اجمالی طور پر مشرکین بھی اقرار کرتے تھے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾ (سورة الزخرف: ۸۷)

"اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے اللہ نے۔"

اورایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ (الزخرف:۹)

''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اورزمین کوکس نے پیدا کیا تو یقیناً انکا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب ودانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ والْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيَّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾(سورة يونس : ۳۱)

''آپ کہئے کہ وہ کون ہے جوتم کوآسمان اورزمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جوکانوں

(*) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعة'' (۱/۳۴-۳۷) للإمام ابن باز.

اورآنکھوں پر پورااختیار رکھتا ہے اوروہ کون ہے جوزندہ کومردہ سے نکالتا ہے اورمردہ کوزندہ سے نکالتا ہے اوروہ کون ہے جوتمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضروروہ یہی کہیں گے کہ اللہ، توان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔''

وہ (کفارومشرکین مکہ) ان چیزوں کوتسلیم کرتے تھے،لیکن اس اقرار سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کواس کی عبادت میں یکتاومنفرد ماننے اورعبادت کواس کے لیے خالص کرنے میں فائدہ نہ اٹھایا، بلکہ اس کے ساتھ واسطے بنالیے جنہیں انہوں نے اللہ کےنزدیک شفارشی گمان کیااور یہ کہ وہ انہیں اللہ کےنزدیکی کے مرتبہ تک پہنچادیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللّهِ﴾ (سورة يونس:١٨)

''اور یہ لوگ اللہ کے سواایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جونہ ان کوضرر پہنچاسکیں اورنہ ان کونفع پہنچاسکیں اورکہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

تواللہ نے ان کےاس زعم کی تردید کرتے ہوئےفرمایا:

﴿قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّهَ بِمَا لاَ يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورة يونس:١٨)

" آپ کہہ دیجئے کہ کیاتم اللہ کوایسی چیز کی خبر دیتے ہوجواللہ تعالیٰ کومعلوم نہیں،نہ آسمانوں میں اورنہ زمین میں،وہ پاک اور برتر ہےان لوگوں کےشرک سے۔"

لہٰذا اللہ سبحانہ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ توآسمانوں میں اورنہ زمین میں، بلکہ وہ اللہ سبحانہ اکیلاوتنہاہے، یکتاوبے نیاز ہے،وہی تمام عبادات کاتنہامستحق ہے۔

دوسری قسم: توحیداسماءوصفات(١): یہ بھی توحید ربوبیت کی جنس سے ہے، اس کا بھی مشرکین

---

(١) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعة'' (١/٣٨) للإمام ابن باز.

اقرار کرتے اور اسے جانتے پہچانتے تھے، اور توحید ربوبیت، اس توحید (اسماء وصفات) کو مستلزم ہے، کیونکہ جو خالق، رازق اور ہر چیز کا مالک ہے تو وہی تمام اچھے ناموں اور بلند صفات کا مستحق ہے، اور وہ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات اور اپنے افعال میں کامل ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے، اور نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں، اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ﴿ لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَيۡءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ﴾ (سورة الشورى: ١١) "اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

اور جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿قُلۡ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡوَلَمۡ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾
(سورة الإخلاص: ١-٤)

''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔ اللہ تعالی بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

اور وہ کفار اپنے رب کو اس کے ناموں اور صفات سے جانتے تھے اور ان میں سے بعض نے تکبر وعناد سے کام لیتے ہوئے "الرحمٰن" کے نام کا انکار کیا تو اللہ نے اپنے اس قول کے ذریعہ ان کی تکذیب فرمائی:

﴿كَذَلِكَ أَرۡسَلۡنَاكَ فِى أُمَّةٍ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهَا أُمَمٌ لِّتَتۡلُوَ عَلَيۡهِمُ الَّذِىَ أَوۡحَيۡنَا إِلَيۡكَ وَهُمۡ يَكۡفُرُونَ بِالرَّحۡمَنِ قُلۡ هُوَ رَبِّى لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ مَتَابِ﴾
(سورة الرعد: ٣٠)

''اسی طرح ہم نے آپ کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں کہ آپ انہیں ہماری طرف سے جو وحی آپ پر اتری ہے پڑھ کر سنائیے، یہ اللہ رحمٰن کے منکر ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا درحقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں، اسی کے اوپر

میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔"

تیسری قسم: توحید الوہیت یا عبادت (۱):

اور یہی لا الہ الا اللہ کا معنیٰ بھی ہے کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، چنانچہ یہ کلمہ غیر اللہ سے تمام انواع کی عبادت کی نفی کرتا ہے اور اسے تنہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے.

یہی کلمہ ہی اصل دین اور اس کا مکمل اساس ہے، یہی وہ کلمہ ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے اپنی قوم کو بلایا اور اسی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کو بھی دعوت دی مگر وہ اسلام نہ لائے اور اپنی قوم کے دین پر فوت ہوئے.

اللہ تعالیٰ نے اس کے معنیٰ کی وضاحت اپنی کتاب میں بہت سارے مقامات پر فرمائی ہے، انہی میں سے اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ (سورة البقرة : ١٦٣)

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔"

اور اللہ جل وعلا کا فرمان ہے: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ﴾ (الإسراء :٢٣)

"اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اسکے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا ۔"

اور اللہ کا فرمان: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾(سورة الفاتحة:٥)

" ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

اور اللہ کا فرمان: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (سورة البينة:٥) " انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین

(۱) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعة" (۱/ ۳۸-۴۲) للإمام ابن باز.

کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر -" ان کے علاوہ اور بھی آیات ہیں.

یہ سبھی آیات اس کلمہ کی تفسیر کرتی ہیں اور اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اس کا معنیٰ: غیر اللہ کے لیے عبادت کا ابطال ، اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے حقیقی عبادت کا اثبات کرنا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ حج کے اندر فرمایا:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سورة الحج:٦٢)

" اور یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی بلندی والا، کبریائی والا ہے-"

اور سورہ لقمان میں فرمایا:﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سورة لقمان: ٣٠)

" یہ سب (انتظامات) اسوجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے -"

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سچا ہے، اور اسی کے لئے سچی دعوت ہے، اور اللہ کے ماسوا کو چھوڑ کر صرف اسی کی عبادت سچ ہے، لہٰذا صرف اسی سے فریاد کی جائے گی، اور اسی کے لئے نذر مانی جائے گی، اور اسی پر بھروسہ کیا جائے گا، اور صرف اسی سے شفاعت طلب کی جائے گی، اور صرف اسی کے پرانے گھر (کعبہ) کا طواف کیا جائے گا اور اس کے علاوہ عبادت کے دیگر انواع اسی کے لیے انجام دیے جائیں گے۔ وہی اللہ برحق ہے اور اس کا دین برحق ہے۔ لہٰذا جس نے ان تینوں قسموں کو اچھی طرح سمجھ لیا یعنی توحید کی تینوں قسموں کو، اور انہیں حفظ کر لیا اور ان کے معنیٰ پر ثابت قدم رہا، تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے یکتا و یگانہ ہے اور اپنی تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اور جس نے ان میں سے کسی

ایک قسم کو ضائع و برباد کردیا تو اس نے سبھی قسموں کو ضائع کردیا کیونکہ یہ تینوں آپس میں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، ان تینوں کے ایک ساتھ پائے جائے بغیر اسلام کا وجود ممکن نہیں ، اور جس نے اللہ کے اسماء وصفات کا انکار کیا تو اس کا دین نہیں ہے، اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا کائنات کے اندر تصرف کرنے والا اور امور کی تدبیر کرنے والا ہے، تو اہل علم کے اجماع کے مطابق وہ شخص کافر اور ربوبیت میں شرک کرنے والا ہے.

اور توحید عبادت ہی کا پہلے مشرکوں نے انکار کیا تھا، اور آج کے مشرکین بھی اس کا انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، بلکہ انھوں اللہ کے ساتھ اس کے ماسوا کی پوجا کی ہے، چنانچہ انھوں نے درختوں اور پتھروں کی پوجا کی، بتوں کی پرستش کی، نیز اولیاء وصالحین کی عبادت کی، ان سے فریاد طلب کیا، ان کے لئے نذر مانی اور ان کے لیے ذبیحہ پیش کیا، اور اس کے علاوہ دیگر وہ چیزیں انجام دی جنہیں قبروں کے پجاری، بتوں اور پتھروں کے پجاری اور ان کے مشابہ لوگ کرتے ہیں۔ وہ لوگ ان چیزوں کی وجہ سے کافر اور مشرک ہیں، اگر وہ اسی حالت پر مر جاتے ہیں تو ان کی بخشش نہ ہوگی، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّـهَ لَا يَـغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾(سورة النساء : ۱۱٦)

"اسے اللہ تعالی قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔"

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُواْ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (سورة الأنعام : ۸۸) "اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے ۔"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿ إِنَّـهُ مَـن يُشْـرِكْ بِـاللّـهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّهُ عَلَيهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (سورة المائدة: ۷۲)

" یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔"

اس لئے توحید کی اس قسم کی تکمیل، اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے شرک کی نفی کرنا، اوراس چیز پر ثابت قدم رہنا، اس توحید کی طرف دعوت دینا، اوراس کی خاطر دوستی ودشمنی رکھنا ضروری ہے۔

توحید کی اس قسم سے ناواقفیت اوراس میں عدم بصیرت کی وجہ سے لوگ شرک میں واقع ہوتے ہیں، جبکہ وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ گمان کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (سورة الأعراف: ٣٠) "ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔"

اور نصاریٰ اور انکے مانند لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (سورة الكهف: ١٠٣-١٠٤)

"کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیا کی تمام تر کوششیں برباد ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔"

چنانچہ کافر اپنی جہالت اوراپنے دل کے الٹنے کیوجہ سے اپنے آپ کو اچھا (نیکوکار) سمجھتا ہے، جب کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، غیر اللہ کو پکارتا ہے، اور غیر اللہ سے فریاد کرتا ہے، نذر مان کر اور ذبیحہ پیش کر کے غیر اللہ کا تقرب تلاش کرتا ہے اور یہ سب اپنی جہالت اور کم بصیرتی کی وجہ سے کرتا ہے، انہی لوگوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے اپنا یہ فرمان نازل کیا ہے:

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾ (سورة الفرقان :٤٤)

''کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔''

اور اللہ کا یہ فرمان: ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (سورة الأعراف :١٧٩)

" اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔"

اس لئے اہل علم اور طلبہ علم پر واجب ہے کہ توحید کی اس قسم پر سب سے زیادہ توجہ دیں، کیونکہ اس کے بارے میں بکثرت جہالت پائی جاتی ہے اور لوگوں کی اکثریت اس کی ضد (شرک) میں واقع ہے۔

شرک اور اس کی قسمیں (*)

شرک سب سے عظیم گناہ ہے،اور دور قدیم اور جدید میں اکثر لوگ اس میں واقع ہوتے رہے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ہر وقت اسے لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے اور اس کے بھیانک انجام سے ڈرایا اور متنبہ کیا جائے، بایں طور کہ اللہ سبحانہ کی توحید کی طرف دعوت دی جائے، شرک سے روکا جائے اور اس کی قسموں کو لوگوں سے بیان کیا جائے تاکہ وہ اس سے احتراز کریں۔ خاتم الانبیاء محمد ﷺ نے مکہ و مدینہ میں اس فریضہ کو کامل ترین طریقے پر انجام دیا، لیکن اس کے باوجود علمائے سو اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے سبب، اور اکثریت کا اللہ کے دین سے اعراض کرنے، دین کی سمجھ نہ ہونے، حق سے بے توجہی برتنے اور شرک و باطل کی طرف دعوت دینے والوں کے بارے میں حسن ظن رکھنے -مگر اللہ جس پر رحم کرے- کی وجہ سے دنیا اس شرک سے بھر گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (سورة يوسف: ١٠٣)

''گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورة سبأ: ٢٠) ''اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابع دار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔''

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ (سورة الأنعام: ١١٦)

(*) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (٩/٦٥) للإمام ابن باز.

"اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں-"

یہی وجہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد اقوام وامم جیسے عاد وثمود، قوم ابراہیم، قوم شعیب، قوم لوط، اوران کے بعد کی بقیہ قوموں کے درمیان شرک پھیل گیا اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تقلید کرنے لگے، ان کا کہنا تھا کہ: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ﴾ (سورة الزخرف: ٢٢) " ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہیں کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔"

اور(۱) رسولوں کی دعوت کو بہت کم لوگوں نے قبول کیا اور اکثر لوگوں نے جہالت، آباء واجداد کی تقلید، ظن وگمان اور خواہش نفس کی پیروی کرنے کی بنا پر ان کا انکار کیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُم مَّا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَى مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَ كُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾ (سورة الزخرف: ١٩-٢٥)

" اورانہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا، کیا انکی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ انکی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) باز پرس کی جائے گی۔ اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، انہیں اسکی کچھ خبر نہیں، یہ تو صرف

---

(۱) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعة" (۲/۳۱-۳۳) للإمام ابن باز۔

اٹکل پچو(جھوٹ باتیں) کہتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی (اور) کتاب دی ہے جسے یہ مضبوط تھامے ہوئے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو (ایک راہ پر اور) ایک دین پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں (نبی نے) کہا بھی کہ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہت بہتر (مقصود تک پہنچانے والا) طریقہ لے کر آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم اسکے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے، پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور دیکھ لے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟"

اور اسی طرح اللہ تعالی نے لات وعزی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَى﴾(سورة النجم : ٢٣)

" دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے انکے رکھ لئے ہیں اللہ نے انکی کوئی دلیل نہیں اتاری یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً انکے رب کی طرف سے انکے پاس ہدایت آچکی ہے -"

قرآن کریم کے اندر اس معنی کی آیتیں بہت زیادہ ہیں.

پہلی قسم: شرک اکبر(۱): جو عبادت یا اس کے بعض اقسام کو غیر اللہ کے لیے انجام دینے پر مشتمل ہو، یا جو اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ امور میں سے کسی ایسی چیز کے انکار پر مشتمل ہو جس کا دین سے ہونا ضروری اور بدیہی طور پر معلوم ہو جیسے نماز اور رمضان کا روزہ، یا اللہ تعالیٰ کے حرام

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعة'' (۱/۴۳-۴۴) للإمام ابن باز.

کردہ امور میں سے کسی ایسی چیز کے انکار پر مشتمل ہو جس کا دین سے ہونا ضروری اور بدیہی طور پر معلوم ہو جیسے زنا اور شراب وغیرہ، یا خالق سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کو حلال سمجھنے پر مشتمل ہو اور یہ کہ اللہ کے دین کے مخالف امور میں کسی مرد یا عورت جیسے کسی صدر، یا وزیر، یا عالم وغیرہ کی اطاعت کرنا جائز ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کے لیے انجام دینے پر مشتمل ہو جیسے اولیاء کو پکارنا، یا ان سے فریاد کرنا اور ان کے لئے نذر ماننا، یا جو اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے، یا اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ امور میں سے کسی کو ساقط کرنے پر مشتمل ہو جیسے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ نماز واجب نہیں ہے، یا روزہ فرض نہیں ہے، یا استطاعت رکھنے کے باوجود حج فرض نہیں ہے، یا زکاۃ واجب نہیں ہے، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ مطلق طور پر مشروع ہی نہیں ہے، تو یہ کفر اکبر اور شرک اکبر ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب پر مشتمل ہے.

اسی طرح جو شخص دین کا استہزاء کرے اور اس کا مذاق اڑائے تو اس کا حکم بھی انہی لوگوں کی طرح ہے اور اس کا کفر بھی کفر اکبر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِؤُونَ لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾

(سورة التوبة : ٦٥-٦٦)

" کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں، تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔"

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معظّم (قابل تعظیم) بنائی ہوئی کسی چیز کی اسے حقیر اور کمتر سمجھتے ہوئے توہین کرے، جیسے قرآن کی بے حرمتی کرنا، یا اس کی توہین کرتے ہوئے اس پر پیشاب کرنا، یا اس کو پاؤں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اسکے مشابہ توہین کی کوئی اور صورت اپنانا، تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، کیونکہ مذکورہ امور کی وجہ سے وہ اللہ کے شان کی تنقیص کرنے والا اور اس کی تحقیر کرنے والا ہو جائے گا، اس لیے کہ قرآن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے، لہٰذا جس شخص نے اس

کلام کی توہین کی تو دراصل وہ اللہ عزوجل کی توہین کا مرتکب ہوا۔ان امور کو علمائے کرام نے مرتد کے حکم کے باب میں واضح کیا ہے، چنانچہ مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب (مسلک) میں (اس کے علماء نے) ایک باب کا ذکر کیا ہے جس کا نام انہوں نے "باب حکم المرتد" رکھا ہے جس کے اندر کفر وضلالت کے تمام انواع واقسام کو واضح کیا ہے، اور یہ باب کافی توجہ واہتمام کے لائق ہے، خاص طور سے موجودہ دور میں جس میں ارتداد کی قسموں کی کثرت اور بہتات ہوگئی ہے، اور اس سلسلے میں بہت سے لوگوں پر معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے۔ لہٰذا جو شخص کماحقہ اس کا اہتمام کرے گا، اسے اسلام کے نواقض (یعنی اس سے خارج کرنے والے امور)، ارتداد کے اقسام اور کفر وضلالت کے انواع کی بخوبی معرفت حاصل ہوجائے گی۔

جہاں(۱) تک انبیائے کرام یا ان کے علاوہ دیگر مُردوں اور غائب لوگوں، یا جنوں، یا بتوں یا ان کے علاوہ دیگر جمادات سے فریاد طلب کرنے کی بات ہے تو یہ شرک اکبر ہے اور یہی پہلے اور بعد کے مشرکوں کا عمل ہے، لہٰذا اس عمل سے اللہ کے حضور توبہ کرنا اور ایک دوسرے کو اس سے باز رہنے کی وصیت اور تلقین کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ کسی شخص کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ: اے مردانِ غیب! اللہ کے واسطے کچھ دیجیے، یا اے اللہ کے اولیاء! اللہ کے واسطے کچھ کرم کیجیے، یا اے اللہ کے رسول! اللہ کے واسطے کچھ نوازش کیجیے، یا ہماری فریادرسی کیجیے، یا ہماری مدد کیجیے، یا ہمیں فتح ونصرت سے ہم کنار کیجیے۔ یہ ساری چیزیں منکر اور اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہیں؛ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ مَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡہَانَ لَہٗ بِہٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ﴾ (المؤمنون:۱۱۷)

''جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۲۸/۳۱۵-۳۱۸) للإمام ابن باز.

اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات (کامیابی) سے محروم ہیں۔''

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے غیر اللہ کو پکارنے کو کفر قرار دیا ہے اور ان کے اوپر کامیابی سے ہم کنار نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ﴾ (فاطر: ١٣-١٤)

" یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے۔جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے غیر اللہ کو پکارنے کو شرک سے موسوم کیا ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ (الجن:١٨)

''اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

دوسری جگہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر:٦٠)

''تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''

لہٰذا صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو پکارا جائے گا اور صرف اسی سے دعا کی جائے گی، اور صرف وہی ہے جو پریشانی کو دور فرماتا ہے اور صرف وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نفع پہنچاتا ہے، چنانچہ مومن کو کہنا چاہیے کہ:

اے پروردگار! مجھے شفایاب کر، اے پروردگار! میری مدد کر، اے پروردگار! مجھے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر، اے پروردگار! میرے دل اور عمل کی اصلاح فرما، اے پروردگار! مجھے اسلام کی حالت میں موت دے۔ آپ اس طرح سے اپنے رب سے دعا کریں؛ کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ''تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''

نیز اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة:١٨٦)

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔''

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''دعا ہی عبادت ہے۔'' [احمد، ترمذی]

لہٰذا مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے مشروع ہے کہ کثرت سے دعا کریں اور تمام ضروریات میں اللہ عز وجل کو پکارنے اور عاجزی وفروتنی کے ساتھ اس سے دعا کرنے کے حریص بنیں، رہی بات انبیائے کرام، یا اولیاء، یا ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو ان کی قبروں کے پاس یا ان سے دور دراز جگہوں میں انہیں پکارنے کی تو یہ سب منکر ہے، اور اللہ عز وجل کے ساتھ شرک ہے اور شرک اکبر کے قبیل سے ہے جس سے بچاؤ کرنا ضروری ہے۔

دوسری قسم: شرک اصغر(١): ہر وہ چیز جسے قرآن وسنت کے نصوص میں شرک سے موسوم کیا گیا ہے لیکن وہ شرک اکبر کے درجہ تک نہیں پہنچتی ہے، اسے شرک اصغر کہا جاتا ہے، مثال کے طور پر: ریاونمود اور شہرت وناموری، جیسے کوئی شخص دکھلاوے کی خاطر قرآن کریم کی تلاوت کرے، یا ریاکاری کے لیے نماز پڑھے، یا دکھلاوے کی خاطر اللہ کی طرف دعوت دے وغیرہ۔

---

(١) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (١/٤٤-٤٨) للإمام ابن باز.

چنانچہ حدیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہارے اوپر سب سے زیادہ شرک اصغر سے خوف کھاتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ ریا ہے، اللہ عزوجل قیامت کے دن ریا کاروں سے فرمائے گا: دنیا میں جن لوگوں کو دکھلانے کے لئے کام کرتے تھے ان کے پاس جاؤ، اور دیکھو کیا تم ان کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو؟'' (احمد)

اور شرک اصغر ہی کے قبیل سے بندہ کا: "ماشاء الله و شاء فلان "(جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے)، یا "لو لا الله و فلان " (اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا)، یا "هذا من الله و من فلان" (یہ اللہ اور فلاں کی طرف سے ہے) کہنا ہے۔

یہ تمام چیزیں شرک اصغر میں سے ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے ابوداود نے صحیح اسناد کے ساتھ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ نبی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ((لا تقولوا: ماشاء الله و شاء فلان، ولكن قولوا: ما شاء الله ثم شاء فلان)) "تم یہ نہ کہو کہ: جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ یہ کہو: جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے-"(ابوداود، احمد)

اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جسے امام نسائی نے قتیلہ سے روایت کی ہے کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کے اصحاب سے کہا کہ: تم لوگ شرک کرتے ہو، کیونکہ تم لوگ "ماشاء الله و شاء محمد " (جو اللہ چاہے اور محمد چاہیں) اور "والكعبة" (یعنی کعبہ کی قسم) کہتے ہو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا جب وہ لوگ قسم کھانے کا ارادہ کریں تو" کعبہ کے رب کی قسم "اور "ماشاء الله ثم شاء محمد" (یعنی جو اللہ چاہے پھر محمد چاہیں) کہیں".

اور نسائی ہی کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا؟ بلکہ جو صرف اللہ چاہے ".(احمد) (یعنی صرف "ماشاءاللہ" کہو)

اوراسی میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے قول ﴿فلا تجعلوا للہ أندادا وأنتم تعلمون﴾ کی تفسیر میں یہ قول ثابت ہے: "اس امت میں شرک رات کی تاریکی میں کالے پتھر پر چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے، اور وہ تمہارا یہ کہنا ہے کہ: اے فلان! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کی قسم، اور تمہارا یہ کہنا: اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو چور آ جاتے، اگر گھر میں بطخ نہ ہوتے تو چور آ جاتے، اور آدمی کا یہ کہنا کہ: "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، اور یہ کہنا: "اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا"، اس میں فلاں کو نہ شامل کرو، یہ سب اس کے ساتھ شرک ہے".
(اس کو ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تو یہ اور اس کے مشابہ چیزیں شرک اصغر کی قبیل سے ہیں، اور اسی طرح غیر اللہ کی قسم کھانا جیسے کعبہ، انبیاء، امانت، فلاں کی زندگی اور فلاں کے شرف کی قسم کھانا وغیرہ، تو یہ شرک اصغر میں سے ہیں، جیسا کہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔" (احمد)

نیز امام احمد، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے کفر یا شرک کیا۔" (ابوداود، ترمذی، احمد)

شرک اصغر، شرک اکبر کب ہوجاتا ہے؟

آدمی کے دل میں موجود اعتقاد کے مطابق شرک اصغر کبھی کبھار شرک اکبر ہوجاتا ہے، چنانچہ اگر نبی، یا بدوی، یا فلاں شیخ وغیرہ کی قسم کھانے والے کے دل میں یہ اعتقاد قائم ہو کہ وہ (شخص جس کی قسم کھائی گئی ہے) اللہ کے مانند ہے، یا اللہ کے ساتھ اس کو پکارا جاسکتا ہے، یا وہ کائنات میں اللہ کے ساتھ تصرف کرتا ہے وغیرہ، تو اس عقیدہ کی وجہ سے وہ شرک اکبر ہوجائے گا، البتہ اگر غیر اللہ کی قسم کھانے والے کا یہ قصد نہ ہو، بلکہ بغیر اس قصد کے اس کی زبان پر جاری ہوگیا ہے

کیونکہ یہ اس کی عادت بنی ہوئی تھی، تو یہ شرک اصغر ہوگا۔

شرک خفی:

اس کے علاوہ شرک کی ایک صورت اور بھی ہے جسے شرک خفی کہا جاتا ہے، بعض اہل علم نے اس کو ایک تیسری قسم شمار کیا ہے اور اس پر دلیل ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے پکڑی ہے: ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے اوپر دجال کے فتنہ سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟'' تو صحابہ نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شرک خفی ہے: آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے اور کسی آدمی کو اپنی طرف نظر کرتے ہوئے دیکھ کر اپنی نماز کو خوب سنوار کر پڑھتا ہے۔'' (ابن ماجہ، احمد)

درست بات یہ ہے کہ یہ شرک کی ایک تیسری قسم نہیں ہے، بلکہ یہ شرک اصغر ہی میں سے ہے، اور کبھی یہ مخفی ہوتی ہے کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، اور جیسے کہ وہ شخص ہے جو دکھلاوے کیلئے قرآن کی تلاوت کرتا ہے، یا دکھلاوے کیلئے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، یا دکھلاوے کے لیے جہاد کرتا ہے، وغیرہ.

اور کبھی شرعی حکم کے اعتبار سے بعض لوگوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے جیسے کہ وہ قسمیں جو ابن عباس کی حدیث میں گزر چکی ہیں.

اور کبھی یہ شرک خفی (پوشیدہ) ہوتی ہے جبکہ وہ شرک اکبر میں سے ہوتی ہے، جیسے منافقین کا اعتقاد ... کیونکہ وہ اپنے ظاہری اعمال لوگوں کو دکھاتے ہیں اور ان کا کفر مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے اسے وہ ظاہر نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ

وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلاً﴾ (سورة النساء :١٤٢-١٤٣)

''بے شک منافق اللہ سے چال بازیاں کررہے ہیں اور وہ انہیں اس چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں، وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔''

منافقین کے کفر و ریاکاری کے سلسلے میں اور بہت ساری آیتیں ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ شرک خفی شرک کی سابقہ دونوں قسموں: شرک اکبر اور شرک اصغر سے خارج نہیں ہے، اگرچہ اس کا نام خفی رکھ دیا گیا ہے، کیونکہ شرک کبھی پوشیدہ (خفی) ہوتی ہے اور کبھی کھلی اور ظاہر (جلی) ہوتی ہے.

شرک جلی: جیسے مُردوں کو پکارنا، مردوں سے فریاد طلب کرنا اور ان کے لئے نذر ماننا، وغیرہ.

شرک خفی: جو منافقین کے دلوں میں پایا جاتا ہے، وہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، لوگوں کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں، حالانکہ وہ باطن میں کافر ہوتے ہیں، بتوں اور پتھروں کی عبادت کو جائز سمجھتے ہیں، اور وہ مشرکوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ تو یہی شرک خفی ہے، کیونکہ یہ دلوں کے اندر (پوشیدہ) ہوتا ہے۔

ہمارا عقیدہ(*)

ہمارا عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کی اچھائی اور برائی (کے اللہ کی طرف سے ہونے) پر ایمان رکھنا ہے۔

ایمان باللہ (اللہ پر ایمان):

❁ ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ صرف وہی پالنے والا، پیدا کرنے والا، بادشاہ اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔

❁ اور ہم اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ صرف وہی معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ ہر معبود باطل ہے۔

❁ اور ہم اس کے اسماء وصفات پر بھی ایمان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ: اچھے نام اور بلند وکامل صفات صرف اسی کے لیے مخصوص ہیں۔

❁ اور ہم ان سبھی امور میں اس کے یکتا ویگانہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی یہ کہ اس کی ربوبیت، اس کی الوہیت اور اس کے اسماء وصفات میں اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴾ (مریم:٦٥)

”آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے، تو اسی کی بندگی کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام (ہم پلہ) کوئی اور بھی ہے؟“

اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ:

(*) ”عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ“ للإمام ابن عثیمین.

﴿ اللّٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ [البقرة:٢٥٥]

''اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے، وہ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین اور آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔''

اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ:

﴿ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [الحشر:٢٢-٢٤]

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا، مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہی ہے اللہ پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا، صورت بنانے والا، اسی کے لئے نہایت اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور وہی

غالب حکمت والا ہے۔''

اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے:

﴿ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثاً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَأَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَاناً وَإِنَاثاً وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيماً إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾ [الشورىٰ:٤٩-٥٠]

''آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جس چاہے بیٹے دیتا ہے۔ یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔''

اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [الشورىٰ: ١١-١٢]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں، جس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے، یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

❁ ہمارا ایمان ہے کہ:

﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِيْ الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود:٦]

''زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں، وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔''

❁ اور ہمارا ایمان ہے کہ:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَافِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن

وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴾
[الانعام:٥٩]

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے)، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندروں میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانا زمین کے تاریک حصوں میں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔''

❁ اور ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾
[لقمان:٣٤]

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ جو چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے کلام کرتا ہے:

﴿ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ﴾ [النساء:١٦٤]

''اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے صاف طور پر کلام کیا۔''

﴿ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ﴾ [الأعراف:١٤٣]

''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے (مقرر کردہ) وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں۔''

﴿ وَنَادَيْنَاهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيّاً ﴾ [مريم: ۵۲]

''ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور راز گوئی کرتے ہوئے انہیں قریب کرلیا۔''

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ:

﴿ قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَداً ﴾ [الكهف: ۱۰۹]

''کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔''

﴿ وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [لقمان: ۲۷]

''روئے زمین کے (تمام) درختوں کے اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں، تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور با حکمت ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ کے کلمات خبروں میں سچائی، احکام میں عدل وانصاف اور باتوں میں حسن وجمال کے لحاظ سے تمام کلمات سے کامل ترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقاً وَعَدْلاً ﴾ [الأنعام: ۱۱۵]

''آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔''

﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثاً ﴾ [النساء: ۸۷]

''اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔''

❁ اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ: قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، جس کے ذریعہ اس نے حقیقی طور پر کلام کیا اور اسے جبرائیل پر القاء کیا، پھر جبرائیل نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر

پر اتارا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ [النحل:۱۰۲]

''کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے روح القدس (جبریل) حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴾ [الشعراء:۱۹۲-۱۹۵]

''اور بے شک وشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں، صاف عربی زبان میں ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ عزوجل اپنی ذات وصفات کے ساتھ اپنی مخلوق پر بلند و بالا ہے؛ کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [البقرة:۲۲۵]

''وہ تو بہت بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔''

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴾ [الأنعام:۱۸]

''اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

❁ اور ہمارا ایمان ہے کہ:

﴿ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ﴾

[یونس:۳]

''اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب: یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ اس پر ایسے مخصوص طریقے پر بلند و بالا ہے جو اس کی عظمت وجلال کے شایان شان ہے، اس (کے علو) کی کیفیت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہوتے ہوئے اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، ان کے احوال کو جانتا، ان کی باتوں کو سنتا، ان کے افعال کو دیکھتا اور ان کے امور کی تدبیر کرتا ہے، فقیر کو روزی مہیا کرتا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا (کمزور کو قوت بخشتا) ہے، جسے چاہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے، جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل وخوار کرتا ہے، ہر قسم کی بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس ذات کی یہ شان ہو، وہ حقیقی طور پر اپنی مخلوق کے ساتھ ہوگا، اگر چہ وہ حقیقی طور پر ان کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوری:۱۱]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

اور ہم جہمیہ کے فرقہ حلولیہ اور اس کے علاوہ دوسرے گمراہ فرقوں کی طرح نہیں کہتے کہ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ زمین میں ہے۔

اور ہماری رائے میں ایسا کہنے والا کافر یا گمراہ ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایسے نقائص وعیوب سے متصف کیا ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

❁ اور ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو جب اس کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرما کر کہتا ہے:

((من يدعوني فأستجيب له؟ من يسألني فأعطيه؟ من يستغفرني فأغفر له))

" کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں۔'' (متفق عليه)

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لئے جلوہ افروز ہوگا، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكّاً دَكّاً وَجَاء رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفّاً صَفّاً وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ﴾ [الفجر:٢١-٢٣]

''یقیناً جب زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی، اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے) اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آئے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ:

﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴾ [البروج:١٦]

''جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے۔''

❁ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

١- ارادہ کونیہ: یہ بہرصورت واقع ہو کر رہتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کی مراد اللہ کو پسند بھی ہو، اور یہی ارادہ' مشیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ مَا اقْتَتَلُواْ وَلَـكِنَّ اللّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴾ [البقرة:٢٥٣]

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَا يَنفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [هود:٣٤]

''تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں، بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو، وہی تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔''

۲- ارادہ شرعیہ:

اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری نہیں مگر اس کی مراد اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ﴾ [النساء:٢٧]

''اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے۔''

❁ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کونی اور شرعی مراد اس کی حکمت کے تابع ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کونی طور پر جس چیز کا بھی فیصلہ فرمایا ہے یا اپنی مخلوق سے شرعی طور پر عبادت کا تقاضا کیا ہے، وہ کسی نہ کسی حکمت کے ماتحت ہے اور اللہ کی حکمت کے عین مطابق ہے، خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا ہماری عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر رہیں۔ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے):

﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴾ [التين:٨]

'' کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟''

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ [المائدہ:٥٠]

''یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے اور وہ بھی اس سے محبت کرتے ہیں:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ﴾ [آل عمران:٣١]

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔''

اور فرمایا:

﴿فَسَوۡفَ يَأۡتِي ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّونَهُۥٓ﴾ [المائدة:٥٤]

(اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے) تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔''

اور فرمایا:

﴿وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ [آل عمران:١٤٦]

''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔''

﴿وَأَقۡسِطُوٓاْۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ﴾ [الحجرات:٩]

''اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

﴿وَأَحۡسِنُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ [البقرة:١٩٥]

''اور سلوک و احسان کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے جو اعمال و اقوال مشروع قرار دیے ہیں، انہیں وہ پسند کرتا ہے اور جن سے روکا ہے، انہیں وہ ناپسند کرتا ہے:

﴿ إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ [الزمر:٧]

''اگرتم ناشکری کروتو (یادرکھو) کہ اللہ تعالیٰ تم (سب سے) بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگرتم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔''

اورفرمایا:

﴿ وَلَكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُواْ مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴾ [التوبة:٤٦]

''لیکن اللہ کوان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کیساتھ بیٹھے رہو۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے:

﴿ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾ [البينة:٨]

''اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے، یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔''

❁ اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ: جو غضب الٰہی کا مستحق ہے جیسے کفار وغیرہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے:

﴿الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ﴾ [الفتح:٦]

''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں۔ (دراصل انہیں) پر برائی کا پھیرا ہے، اللہ ان پر ناراض ہوا۔''

اورفرمایا: ﴿ وَلَكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [النحل:١٠٦]

''مگر جولوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

۞ اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا جلال واکرام سے متصف چہرہ ہے:

﴿ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ [الرحمن:٢٧]

''صرف تیرے رب کا چہرہ جو عظمت اور عزت والا ہے باقی رہ جائے گا۔''

۞ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے دو کرم نواز عظیم ہاتھ ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ﴾ [المائدة:٦٤]

''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔''

مزید فرمایا: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّماوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُون ﴾ [الزمر:٦٧]

''اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔''

۞ ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ﴾ [هود:٣٧]

''اور کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((حجابه النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه.))

(رواه مسلم)

''اس (اللہ) کا پردہ نور ہے اگر اسے ہٹادے تو اس کے چہرہ کی تجلیات حد نگاہ تک اس کی مخلوق کو جلا کر خاکستر کردیں۔'' (مسلم)

نیز اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں، جس کی تائید دجال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

((إنه أعور وإن ربكم ليس بأعور.)) (متفق عليه)

''وہ کانا (یعنی ایک آنکھ والا) ہے اور تمہارا پروردگار اس عیب سے پاک ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ [الأنعام:۱۰۳]

''اس (اللہ) کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی، اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔''

❁ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: قیامت کے روز مومن لوگ اپنے رب کے دیدار سے سرفراز ہوں گے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القيامة:۲۲-۲۳]

''اس روز بہت سے چہرے تر وتازہ اور بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے۔''

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا اس کے صفات کمال کی وجہ سے کوئی ہم نظیر اور ہم مثال نہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ:۱۱]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ [البقرة:۲۵۵]

''اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔'' کیونکہ وہ کمال حیات وقیومیت سے متصف ہے۔

❁ اور ہمارا ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل وانصاف کی بنا پر کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اپنے کمال علم واحاطہ اور نگرانی کی بنا پر اپنے بندوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

۞ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کو اس کے کمال علم اور قدرت کاملہ کے سبب آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی چیز عاجز نہیں کر سکتی:

﴿ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئاً أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴾ [یس:۸۲]

''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔''

اور یہ کہ اس کی کمال قوت کی بنا پر اسے تھکان لاحق نہیں ہوتی ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوب ﴾ [ق:۳۸]

''یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کو (صرف) چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں تکان نے چھوا تک نہیں۔''

۞ نیز ہر وہ اسماء وصفات جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیے ہیں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ثابت کیے ہیں، ہم ان کے ثابت ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن ہم دو بڑی غلطیوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ دونوں تمثیل اور تکییف ہیں:

تمثیل : یہ ہے کہ اپنے دل یا زبان سے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات مخلوق کی صفات کے مانند ہیں۔

تکییف: یہ ہے کہ اپنے دل یا زبان سے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات ایسے اور ایسے ہیں۔

۞ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات سے نفی کی ہے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نفی کی ہے، اس سے وہ بری ہے، اور یہ کہ وہ نفی اس کے ضد کے کمال کو ثابت کرنے پر مشتمل ہے۔ اور جس سے اللہ اور اس کے رسول نے سکوت اختیار کیا ہے، ہم اس سے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

اور ہم اسی راہ کو اختیار کرنا فرض اور ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت فرمایا ہے یا اپنے آپ سے اس کی نفی کی ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں خبر دی ہے، اور وہ اپنی ذات کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا، سب سے سچی بات اور سب سے بہترین بیان والا ہے، اور بندے اس کو اپنے احاطہ علم میں نہیں لا سکتے۔

اور جس چیز کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ثابت کیا ہے یا اس سے نفی کی ہے تو یہ رسول نے اس کے بارے میں خبر دی ہے، اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے رب کے بارے میں علم رکھنے والے، نیز مخلوق میں سب سے زیادہ خیر خواہ، سب سے زیادہ راست گو اور سب سے زیادہ فصیح زبان تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مکمل علم، سچائی اور بیان موجود ہے، لہٰذا اس کا انکار کرنے یا اسے قبول کرنے میں تردد کرنے کا کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔

فصل

ہم نے اللہ تعالیٰ کے جن صفات کا تفصیلی یا اجمالی طور پر، نفی یا اثبات میں تذکرہ کیا ہے، اس سلسلے میں ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پر اعتماد کرنے والے ہیں، نیز اس امت کے علمائے سلف اور ان کے بعد ائمہ رشد و ہدایت کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

اور ہم اس سلسلے میں کتاب وسنت کے نصوص کو ان کے ظاہری مفہوم پر جاری کرنا اور انہیں اللہ عزوجل کے شایان شان ان کی حقیقت پر محمول کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اور ہم کتاب وسنت کے نصوص میں تحریف کرنے والوں کے طرز عمل سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے ان نصوص کو ایسے معانی کی طرف پھیر دیا جو اللہ اور اس کے رسول کی مراد کے خلاف ہیں۔

نیز کتاب وسنت کے نصوص کو معطل (بے معنی) قرار دینے والوں کے طرز عمل سے بیزاری ظاہر

کرتے ہیں جنہوں نے ان نصوص کو ان کے اس مدلول (معنی) سے معطل (خالی) قرار دیا جو اللہ اور اس کے رسول نے مراد لیا ہے۔

نیز ہم کتاب وسنت کے نصوص میں غلو سے کام لینے والوں کے طرز عمل سے بھی براءت کا اعلان کرتے ہیں جنہوں نے ان نصوص کو تمثیل (مخلوق سے مشابہت) پر محمول کیا ہے یا بہ تکلف ان کے مدلول کی کیفیت بیان کی ہیں۔

اور ہم یہ یقینی علم رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی کتاب یا اس کے نبی ﷺ کی سنت میں وارد ہوا ہے، وہ مبنی برحق ہے اور اس کے اندر آپس میں کسی قسم کا کوئی تعارض وتضاد نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ [النساء:٨٢]

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔''

نیز اس لیے کہ خبروں میں باہمی تعارض وتضاد پائے جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تکذیب کرتا ہے، جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خبر میں اس کا پایا جانا محال ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یا اس کے رسول ﷺ کی سنت میں یا ان دونوں کے مابین تناقض وتضاد کا دعویٰ کرتا ہے، تو یہ اس کی بدنیتی اور اس کے دل کی کجی (بے راہ روی) کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اپنی گمراہی اور کج روی سے باز آجائے۔

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یا اس کے رسول ﷺ کی سنت میں یا ان دونوں کے مابین تناقض وتضاد کا وہم ہے، تو یہ بات اس کے علم کی کمی یا اس کی کوتاہ فہمی، یا اس کے تدبر اور غور

وفکر و میں تقصیر کے باعث ہے۔لہٰذا ایسے شخص کو علم کی جستجو کرنی چاہیے اور خوب تدبر اور غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ اس پر حق آشکارا ہوجائے۔پھر بھی اگر اس کے لیے حق واضح نہ ہو تو اسے اس کے جانکار کے سپرد کردینا چاہیے اور اپنے توہم سے باز رہنا چاہیے، اور اسے پختہ و راسخ علم والے لوگوں کی مانند یوں کہنا چاہیے کہ:

﴿ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ﴾ [آل عمران:۷]

''ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔''

اور اسے خوب اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ کتاب وسنت میں اور نہ ان دونوں کے مابین کوئی اختلاف اور تناقض وتضاد نہیں ہے۔

فرشتوں پر ایمان:

❁ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ:

﴿ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴾ [الانبياء:۲٦]

''وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں.کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا ہے، پس وہ ہمہ وقت اس کی عبادت کو انجام دینے اور اس کے حکم کی تابعداری کرنے میں لگے رہتے ہیں:

﴿ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُون يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴾ [الأنبياء:۱۹-۲۰]

''وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں.وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہماری آنکھوں سے اوجھل کر رکھا ہے'اسی لئے ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

بسا اوقات اللہ تعالیٰ انہیں اپنے کچھ بندوں کیلئے ظاہر بھی کر دیتا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی حقیقی شکل میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے اور انہوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا، اسی طرح جبرائیل علیہ السلام ایک دفعہ مریم علیہا السلام کے پاس ایک کامل بشر کی صورت میں آئے تھے تو مریم علیہا السلام نے ان سے گفتگو کی اور انہوں نے بھی ان سے کلام کیا۔ نیز ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس ایک ایسے شخص کی شکل میں تشریف لائے تھے جو نہ جانا پہچانا لگتا تھا اور نہ ہی اس پر سفر کے آثار دکھائی دیتے تھے، جس کا لباس انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھا۔

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: فرشتوں کو کچھ ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں جنہیں وہ سرانجام دیتے ہیں۔

چنانچہ انہیں میں سے جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے جس پر وہ چاہے، وحی لے کر نازل ہونے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے میکائیل علیہ السلام ہیں جو بارش برسانے اور کھیتی اگانے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے اسرافیل علیہ السلام ہیں جو (قیامت کے موقع پر) لوگوں کے بیہوش ہونے اور دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت صور پھونکنے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے ملک الموت میں ہیں جو موت کے وقت لوگوں کی روحیں قبض کرنے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے ملک الجبال ہیں جو پہاڑوں پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے ایک کا نام مالک ہے جو جہنم کے داروغہ ہیں۔

انہیں میں سے کچھ فرشتے رحم مادر میں بچوں (جنین) کے امور پر مقرر ہیں، اور کچھ فرشتے بنی آدم کی حفاظت پر مامور ہیں۔ نیز کچھ دوسرے فرشتے بنی آدم کے اعمال درج کرنے پر متعین ہیں،

ہر شخص پر دو فرشتے مقرر ہیں:

﴿ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد ﴾

[ق:١٧-١٨]

''ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔''

کچھ دوسرے فرشتے میت کو اس کے مقام پر پہنچا دیے جانے کے بعد اس سے سوال کرنے پر مقرر ہیں، (جب اسے قبر کے سپرد کر دیا جاتا ہے) تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے متعلق سوال کرتے ہیں، پس:

﴿ يُثَبِّتُ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللّهُ مَا يَشَاء ﴾ [ابراهيم:٢٧]

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔''

اور انہیں میں سے بعض فرشتے اہل جنت پر مامور ہیں:

﴿ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ سَلاَمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾

[الرعد:٢٣-٢٤]

''ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آسمان میں ''بیت معمور'' میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں- اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس میں نماز ادا کرتے ہیں- پھر وہ اس میں دوبارہ نہیں لوٹتے ہیں۔

کتابوں پر ایمان:

❁ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہان والوں پر حجت قائم کرنے اور عمل کرنے والوں کے لئے شاہراہ کے طور پر اپنے رسولوں پر کتابیں نازل فرمائی ہیں جن کے ذریعہ وہ انبیائے کرام لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتے اور ان کا تزکیۂ نفس کرتے رہے ہیں۔

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کے ساتھ ایک کتاب نازل فرمائی ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحديد:٢٥]

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

❁ ہم ان کتابوں میں سے مندرجہ ذیل کے بارے میں علم رکھتے ہیں:

۱-تورات: جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا، اور یہ بنی اسرائیل کی سب سے عظیم کتاب ہے:

﴿ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُواْ مِن كِتَابِ اللّهِ وَكَانُواْ عَلَيْهِ شُهَدَاء ﴾ [المائدہ:٤٤]

''جس میں ہدایت و نور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے (انبیاء علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے۔''

۲-انجیل: اسے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، یہ تورات کی تصدیق اور اس کی تکمیل کرنے والی تھی۔

﴿ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ [المائدة:٤٦]

''اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت ہے اور اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی، دوسرا اس میں ہدایت ونصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے۔''

﴿ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ [آل عمران : ٥٠]

''اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کردی گئیں۔''

۳-زبور: جو اللہ نے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

۴- ابراہیم اور موسیٰ علیہا الصلاۃ والسلام کے صحیفے۔

۵-قرآن عظیم: جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا:

﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ﴾ [البقرة : ١٨٥]

''جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔''

﴿ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ ﴾ [المائدة:٤٨]

''جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے تمام کتب سابقہ کو منسوخ کردیا اور اس کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں کے کھلواڑ اور تحریف کرنے والوں کی کج روی سے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر : ٩]

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

کیونکہ یہ قرآن تا قیامت تمام مخلوق پر بطور حجت باقی رہے گا۔

جہاں تک سابقہ کتابوں کا تعلق ہے تو وہ ایک خاص مدت تک کیلئے ہوا کرتی تھیں جو ان کتب کو

منسوخ کرنے والی اوران میں رونما ہونے والی تحریف اوررد وبدل کی وضاحت کرنے والی کتاب کے نزول پرختم ہوجاتی تھیں۔اسی لیے وہ کتابیں تحریف اوررد وبدل سے محفوظ نہ تھیں، بلکہ ان میں تحریف اورکمی وبیشی واقع ہوئی تھی:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـذَا مِنْ عِندِ اللّهِ لِيَشْتَرُواْ بِهِ ثَمَناً قَلِيلاً فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴾ [البقرة:۷۹]

''ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جواپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کواللہ تعالیٰ کی طرف کی کہتے ہیں اوراس طرح دنیا کماتے ہیں،ان کے ہاتھوں کی لکھائی کواوران کی کمائی کو ہلاکت اورافسوس ہے۔''

رسولوں پرایمان:

❁ ہم اس بات پرایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی جانب رسولوں کومبعوث فرمایا:

﴿ رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيزاً حَكِيماً ﴾ [النساء:١٦٥]

''ہم نے انہیں رسول بنایا،خوش خبریاں سنانے والےاورآگاہ کرنے والےتاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے ، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔''

❁ اورہمارا یہ ایمان ہے کہ ان رسولوں میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام اورآخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ارشادباری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ﴾ [النساء:١٦٣]

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اوران کے بعد

والے نبیوں کی طرف کی۔"

نیز فرمایا: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾ [الاحزاب:٤٠]

"(لوگو) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔"

تمام انبیائے کرام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ ہے اور انہی انبیائے کرام کا بطور خاص اس آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقاً غَلِيظاً ﴾ [الأحزاب:٧]

"جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے، اور ہم نے ان سے (پکا اور) پختہ عہد لیا۔"

❁ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ان تمام صاحب فضل رسولوں کی شریعتوں کے مجموعی فضائل کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾ [الشوریٰ:١٣]

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔"

❁اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: تمام رسول بشر اور مخلوق ہیں، ان میں ربوبیت کی خصائص میں سے کوئی بھی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ ﴾

[ہود: ۳۱]

''میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا، نہ یہ میں کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں:

﴿لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَك ﴾

[الانعام: ۵۰]

''نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔''

نیز حکم دیا کہ آپ یہ بھی فرمادیں:

﴿ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرّاً وَلَا رَشَداً قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَداً ﴾ [الجن: ۲۱- ۲۲]

''کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا۔''

❁اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ تمام انبیاء اللہ کے بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت سے مشرف فرمایا اور ان کے بلندترین مقام اور ان کی مدح سرائی کے سیاق میں انہیں عبدیت سے متصف کیا ہے:

چنانچہ پہلے رسول نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْداً شَكُوراً ﴾ [الإسراء:٣]

''اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کر دیا تھا، وہ ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔''

اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

﴿ تَبَارَكَ الَّذِى نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً ﴾ [الفرقان:١]

''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔''

نیز دیگر رسولوں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُوْلِى الْأَيْدِى وَالْأَبْصَار ﴾ [ص:٤٥]

''ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔''

﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴾ [ص:١٧]

''اور ہمارے بندے داود (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

نیز حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلاً لِّبَنِى إِسْرَائِيلَ ﴾ [الزخرف:٥٩]

''عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت بنایا۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ذریعہ نبوت

ورسالت کے سلسلہ کوختم کردیا اورآپ کوتمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لا إِلَهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُواْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [الاعراف:۱۵۸]

”آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں ،جس کی بادشاہی تمام آسمانوں پر اور زمین میں ہے،اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔“

❁ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی شریعت ہی وہ دین اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص سے اس کے سوا کوئی دوسرا مذہب قبول نہیں کرے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ ﴾ [آل عمران : ۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔“

اور فرمایا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً ﴾ [المائدة:۳]

”آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔“

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[آل عمران : ۸۵]

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

❁ اور ہمارا یہ نظریہ ہے کہ جو آدمی آج یہ گمان کرتا ہے کہ دین اسلام کے ماسوا یہودیت یا عیسائیت یا ان کے علاوہ کوئی اور دین اللہ کے ہاں مقبول ہے، تو وہ کافر ہے، اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک، ورنہ بصورت دیگر اسے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کردیا جائے گا؛ کیونکہ وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہے۔

❁ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تمام انسانوں کے لیے عام ہونے کا انکار کیا تو اس نے تمام رسولوں کا انکار کیا، حتی کہ وہ اپنے اس پیغمبر کا بھی منکر ٹھہرا جس پر ایمان رکھنے اور اس کا اتباع کرنے کا وہ دعوے دار ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴾ [الشعراء:١٠٥]

''قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قوم نوح علیہ السلام کو تمام رسولوں کا جھٹلانے والا قرار دیا ہے جبکہ نوح سے قبل کوئی رسول نہیں تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً أُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً ﴾ [النساء:١٥٠-١٥١]

''جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان

ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔"

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جو کوئی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعیِ نبوت کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اجماعِ امت کی تکذیب کرنے والا ہے۔

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے علم، دعوت اور مومنوں کی ولایت وسرپرستی میں آپ کی جانشینی کی، اور یہ کہ ان میں افضل ترین اور خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ابوبکر، پھر عمر بن الخطاب، پھر عثمان بن عفان اور پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

جس طرح کہ فضیلت میں ان کا رتبہ تھا اسی طرح خلافت میں بھی ان کو رتبہ اور مقام حاصل ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر القرون پر کسی ایسے آدمی کو سرپرست (خلیفہ) نہیں بنا سکتا، جبکہ ان کے مابین اس سے بہتر اور خلافت کا زیادہ حقدار آدمی موجود ہو۔

❁ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: ان میں سے کسی مفضول (یعنی کم فضیلت والے خلیفہ) میں کوئی ایسی نمایاں خصوصیات پائی جاسکتی ہے جس کے اندر وہ اپنے سے افضل پر فائق ہوسکتا ہے، لیکن اس کے سبب وہ اپنے سے افضل خلیفہ پر مطلق فضیلت وبرتری کا مستحق نہیں ہوسکتا، کیونکہ فضیلت وبرتری کے اسباب بہت زیادہ اور متعدد نوعیت کے ہیں۔

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: یہ امت تمام امتوں سے بہتر اور اللہ کے نزدیک سب سے معزز ومکرم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ [آل عمران: ١١٠]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اس امت کے سب سے بہترین لوگ صحابۂ کرام، پھر تابعین عظام، اور پھر تبع تابعین کرام ہیں۔

اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ اس امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم (غالب) رہے گا، ان کی حمایت چھوڑ دینے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا ان کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ (یعنی قیامت) آجائے۔

❁ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جن فتنوں کا ظہور ہوا وہ تاویل کی بنا پر رونما ہوا جس میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا تھا، لہٰذا ان میں سے جس کا اجتہاد درست تھا اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور جس کا اجتہاد غلط تھا وہ ایک اجر کا مستحق ہے اور اس کی خطا معاف ہے۔

❁ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناگوار باتوں کے ذکر سے اجتناب کرنا ضروری ہے، چنانچہ ہم ان کا تذکرہ ان کی شایان شان مدح وستائش کے ذریعہ ہی کریں اور ان میں سے کسی کے متعلق بھی کینہ وکپٹ سے اپنے دل کو پاک وصاف رکھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُوْلَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ﴾ [الحديد: ١٠]

''تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحشر: ۱۰]

''اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں، جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔''

یوم آخرت پر ایمان:

❁ اور ہم آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ وہی روز قیامت ہے جس کے بعد کوئی اور دن نہیں ہے، جس وقت کہ لوگوں کو یا تو نعمتوں کے گھر میں، یا دردناک عذاب کے گھر میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

❁ چنانچہ ہم بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے) پر ایمان رکھتے ہیں، اور یہ کہ جب اسرافیل علیہ السلام صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے تو اللہ تعالیٰ مردوں کو پھر سے زندہ فرمائے گا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنظُرُونَ ﴾ [الزمر: ٦٨]

''اور صور پھونک دیا جائے گا، پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، مگر پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

چنانچہ تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنے کے رب العالمین کے سامنے حاضر ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾ [الأنبياء: ١٠٤]

''جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہےاور ہم اسے ضرور کر کے (ہی) رہیں گے۔''

❁ نیز ہم اعمال نامے پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ دائیں ہاتھ میں یا پھر پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے:

﴿ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَسِيراً وَيَنقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُوراً وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاء ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُوراً وَيَصْلَى سَعِيراً ﴾ [الانشقاق:٧-١٢]

''تو (اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا، ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا، تو وہ موت کو بلانے لگے گا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا۔''

مزید فرمایا: ﴿ وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَاباً يَلْقَاهُ مَنشُوراًاقْرَأْ كَتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيباً﴾ [الإسراء:١٣-١٤]

''ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گا۔ لے! خود ہی اپنی کتاب آپ پڑھ لے۔ آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے۔''

❁ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: قیامت کے دن میزان (ترازو) رکھا جائے گا (جس میں اعمال کا وزن کیا جائے گا) اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا: ﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ ﴾ [الزلزال:٧-٨]

''پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔''

﴿ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴾ [المؤمنون:١٠٢-١٠٤]

''جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ تو نجات والے ہوگئے۔اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ جہنم واصل ہوئے۔ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی،اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہونگے۔''

﴿ مَن جَاء بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَاء بِالسَّيِّئَةِ فَلاَ يُجْزَى إِلاَّ مِثْلَهَا وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ ﴾ [الأنعام:١٦٠]

''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے،جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''

اور ہمارا اس شفاعت عظمیٰ پر بھی ایمان ہے جس کا اعزاز صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے،جب لوگ ناقابل برداشت رنج وکرب سے دوچار ہوں گے تو سب سے پہلے آدم علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام یہاں تک کہ آخر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے،اس وقت آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کے پاس سفارش کریں گے کہ وہ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرمائے۔

❁ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: جو گنہگار مومن جہنم میں داخل ہوئے ہوں گے ان کو اس سے نکلوانے کے لیے بھی آپ ﷺ سفارش کریں گے،اور یہ شفاعت آپ کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام،مومنوں اور فرشتوں کو بھی حاصل ہوگی۔

نیز اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی بعض جماعتوں کو بنا کسی کی شفاعت کے محض اپنے فضل ورحمت سے جہنم سے نکالے گا۔

❁ اور ہمارا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر بھی ایمان ہے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہوگا، اس کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوگی اور اس کے آبخورے خوبصورتی اور کثرت تعداد میں آسمان کے تاروں کی مانند ہوں گے، آپ کی امت کے مومن لوگ اس پر وارد ہوں گے، جس نے اسے ایک مرتبہ پی لیا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

❁ اور ہم جہنم کے اوپر نصب کیے گئے پل صراط پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس پر لوگ اپنے اعمال کے حساب سے گذریں گے، چنانچہ سب سے پہلے لوگ برق رفتاری سے گذریں گے، پھر ہوا کی مانند، پھر پرندوں کی طرح اور بعض دوڑتے ہوئے گذر جائیں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہوئے "یا رب سلّم سلّم" (اے میرے پروردگار سلامت رکھ سلامت رکھ) کہہ رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بندوں کے اعمال گزرنے کے لئے ناکافی ہونگے تو وہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے گزریں گے، اور پل صراط کے دونوں جانب آنکس لٹکے ہوئے ہوں گے جو لوگوں کو دھر پکڑنے پر مامور ہوں گے، جن کے بارے میں حکم ہوگا انہیں پکڑ لیں گے، چنانچہ کچھ لوگ ان کی خراشوں سے زخمی ہو کر گزر جائیں گے جبکہ کچھ دوسرے جہنم میں گر جائیں گے۔

❁ اور اس دن کی خبروں اور اس کی ہولناکیوں کے بارے میں جو کچھ بھی کتاب وسنت میں وارد ہوا ہے، ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر ہماری مدد فرمائے۔

❁ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنتیوں کی جنت میں داخلہ کے لیے سفارش کریں گے۔ اور یہ فضیلت نبی ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

❁ ہم جنت وجہنم پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جنت نعمتوں کا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور پرہیزگار بندوں کیلئے تیار فرمایا ہے، اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔

ارشادالٰہی ہے: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [السجدة:١٧]

''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، وہ جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔''

اور جہنم عذاب کا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے، جس میں ایسے عبرتناک عذاب اور سزائیں ہیں جن کا دل میں خیال بھی نہیں گذرا ہوگا:

﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقاً﴾ [الكهف:٢٩]

''ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلے انہیں گھیر لیں گے، اگر وہ فریادرسی چاہیں گے تو ان کی فریادرسی اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی گرم دھار جیسا ہوگا جو چہرے بھون دے گا، بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے۔''

اور وہ دونوں (جنت وجہنم) ابھی موجود ہیں اور کبھی بھی فنا نہیں ہوں گے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحاً يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقاً ﴾ [الطلاق:١١]

''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے. بیشک اللہ نے اسے بہترین روزی دے رکھی ہے۔''

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيراً خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً لَّا يَجِدُونَ وَلِيّاً وَلَا نَصِيراً يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴾ [الأحزاب:٦٤-٦٦]

''اللہ نے کافروں پرلعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کوئی حامی ومددگار نہ پائیں گے، جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت اور افسوس سے) کہیں گے کاش ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے۔''

اور ہم ہر اس شخص کے لیے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جس کے لیے کتاب وسنت نے نامزد کرکے یا اس کے اوصاف ذکر کرکے جنت کی شہادت دی ہے:

جن کو نامزد کرکے جنت کی شہادت دی گئی ہے: ان میں ابوبکر صدیق، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم، اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں نامزد طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔

نیز اوصاف کے اعتبار سے: ہر مومن یا متقی کے لیے جنت کی شہادت ہے۔

اسی طرح ہم ہر اس شخص کے لیے جہنمی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جسے کتاب وسنت نے نامزد کرکے یا اس کے اوصاف ذکر کرکے اس کے لیے جہنم کی شہادت دی ہے۔

چنانچہ نامزد طور پر جہنم کی شہادت میں سے: ابولہب اور عمرو بن لحی اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کے لیے نامزد طور پر جہنم کی شہادت ہے۔

نیز اوصاف کے اعتبار سے جہنم کی شہادت میں سے: ہر کافر یا شرک اکبر کرنے والے مشرک یا منافق کے لیے جہنم کی شہادت ہے۔

۞ اور ہم قبر کی آزمائش پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ یہ کہ میت سے اس کی قبر میں اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، چنانچہ:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴾

[ابراهيم:۲۷]

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت

میں بھی۔''

تو مومن کہتا ہے کہ: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔

البتہ کافر اور منافق جواب دیں گے کہ: مجھے نہیں معلوم، میں نے لوگوں کو جیسا کہتے ہوئے سنا، اسی طرح میں نے بھی کہہ دیا۔

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اہل ایمان کو قبر میں نعمتیں نصیب ہوں گی:

﴿ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُواْ الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [النحل:٣٢]

''وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں کہتے ہیں کہ تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے، جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔''

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: ظالم کافروں کے لیے قبر کا عذاب ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلآئِكَةُ بَاسِطُواْ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُواْ أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴾ [الأنعام:٩٣]

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی، اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

اس ضمن میں وارد احادیث بہت ہیں اور معروف ہیں۔ لہٰذا مومن پر واجب ہے کہ وہ ان غیبی امور سے متعلق جو کچھ بھی کتاب وسنت میں وارد ہوا ہے اس پر ایمان رکھے، اور دنیا میں مشاہدہ کیے جانے والے امور کے ذریعہ ان کی مخالفت نہ کرے، کیونکہ امور آخرت کو دنیا کے امور پر قیاس نہیں

کیا جاسکتا، اس لیے کہ دونوں کے مابین واضح طور پر بڑا فرق ہے۔

تقدیر پر ایمان:

❁ اور ہم تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کا اپنے سابقہ علم اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق کائنات کا اندازہ کرنا ہے۔

تقدیر کے چار مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: علم

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے، وہ اپنے ازلی اور ابدی علم کے ذریعہ ہر وہ چیز جانتا ہے جو ہو چکی اور جو ہوگی اور کس طرح ہوگی، لہٰذا اس کا علم حادث نہیں جو بے علمی کے بعد حاصل ہوا ہو اور نہ ہی اسے علم کے بعد سہو و نسیان لاحق ہوتا ہے۔

دوسرا مرتبہ: کتابت

ہمارا یہ ایمان ہے کہ جو کچھ قیامت تک رونما ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے:

❁ ﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ ❁ [الحج: ٧٠]

''کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے. یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے۔''

تیسرا مرتبہ: مشیئت

ہمارا یہ ایمان ہے کہ آسمان وزمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے، کوئی بھی چیز اس کی مشیئت کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا۔

چوتھا مرتبہ: تخلیق

ہمارا یہ ایمان ہے کہ:

﴿ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الزمـــر:٦٢-٦٣]

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے۔''

تقدیر کے یہ چاروں مراتب ہر اس چیز کو شامل ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو بندوں کی جانب سے وقوع پذیر ہوتی ہے، چنانچہ بندے جو بھی اقوال، یا افعال یا ترک انجام دیتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں،اس کے پاس لکھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں چاہا ہے اور ان کو پیدا فرمایا ہے:

﴿ لِمَن شَاء مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [التکویر:٢٨-٢٩]

''(یہ قرآن نصیحت ہے) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے،اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔''

﴿ وَلَوْ شَاء اللّهُ مَا اقْتَتَلُواْ وَلَـكِنَّ اللّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ [البقرة:٢٥٣]

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

﴿ وَلَوْ شَاء اللّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴾ [الأنعام :١٣٧]

''اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجیے۔''

﴿ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الصافات:٩٦]

”حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔“

لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو قدرت اور اختیار عطا فرمایا ہے جن کے ذریعہ بندہ اپنے کام کو انجام دیتا ہے۔

اس بات کی دلیل کہ بندے کا فعل اس کے اپنے اختیار اور قدرت سے انجام پاتا ہے چند امور ہیں:

پہلا: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ [البقرة:٢٢٣]

”اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو، آؤ۔“

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً ﴾ [التوبة:٤٦]

”اگر ان کا ارادہ جہاد کے لیے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لیے سامان کی تیاری کر رکھتے۔“

چنانچہ (پہلی آیت میں) بندے کے لیے اس کی اپنی مشیئت کے مطابق آنا اور (دوسری آیت میں) اس کے اپنے ارادے سے تیاری کرنا ثابت کیا ہے۔

دوسرا: اللہ تعالیٰ نے بندے کو اوامر ونواہی کا مکلّف قرار دیا ہے، اگر بندے کو قدرت واختیار نہ ہوتا تو یہ اسے ایسی چیز کا مکلّف بنانا ہوتا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے، اور یہ ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت ورحمت اور اس کی سچی خبر کے منافی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿لاَ يُكَلِّفُ اللّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا ﴾ [البقرة:٢٨٦]

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

تیسرا: نیک شخص کی اس کی نیکی پر مدح سرائی کرنا اور برے شخص کی اس کی برائی پر مذمت کرنا اور ان میں سے ہر ایک کو اس کا مستحق بدلہ دینا۔

اگر بندے کا فعل اس کے ارادہ واختیار سے وقوع پذیر نہ ہوتا، تو نیک شخص کی تعریف کرنا عبث وبے کار اور برے شخص کو سزا دینا ظلم ہوتا، اور اللہ تعالیٰ عبث اور ظلم سے منزہ ومبرا ہے۔

چوتھا: اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہے:

﴿ رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلاَّ يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ [النساء:١٦٥]

''ہم نے انہیں رسول بنایا، خوش خبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔''

اگر بندے کا فعل اس کے اختیار اور ارادہ سے واقع نہ ہوتا تو پیغمبر بھیجنے سے اس کی حجت ختم نہ ہوتی۔

پانچواں: ہر کام کرنے والا انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بنا کسی مجبوری یا جبر کے احساس کے کسی کام کو کرتا یا اسے ترک کرتا ہے، چنانچہ وہ محض اپنے ارادہ سے اٹھتا بیٹھتا، اندر آتا اور باہر جاتا اور سفر واقامت کو اختیار کرتا ہے، اسے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اس پر جبر کر رہا ہے۔ بلکہ جو کام وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اور جو کام کسی کے جبر سے سرانجام دیتا ہے اس میں وہ حقیقی طور پر فرق کرسکتا ہے۔اسی طرح شریعت نے بھی ان دونوں کے بیچ حکیمانہ تفریق کی ہے، چنانچہ حقوق اللہ کے بارے میں انسان نے جس کام کو کسی کی طرف سے جبر کیے جانے کی وجہ سے کیا ہے تو اس پر اس کی گرفت نہیں کی ہے۔

۞ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: نافرمان اور گنہگار اپنی نافرمانی پر اللہ کی تقدیر کو حجت نہیں بنا سکتا، کیونکہ نافرمان شخص اپنے اختیار سے معصیت پر اقدام کرتا ہے، اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اوپر مقدر کیا ہے، کیونکہ کوئی بھی شخص اللہ کی تقدیر کو نہیں جانتا یہاں تک کہ اس کا مقدور وقوع پذیر ہوجائے:

﴿ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَداً ﴾ [لقمان:٣٤]

''کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا۔''

توجب کوئی شخص بوقت اقدام ایک دلیل سے واقف ہی نہیں تو عذر کے وقت اسے بطور دلیل کیوں کر پیش کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس حجت کو باطل قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴾ [الأنعام :١٤٨]

''یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرسکتے، اس طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے سامنے ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل پچو سے باتیں بناتے ہو۔''

ہم تقدیر کو حجت بنانے والے نافرمان سے کہیں گے کہ:

تو یہ مان کر نیکی و اطاعت پر اقدام کیوں نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تیرے لیے لکھ رکھا ہے؟ کیونکہ تم سے اس فعل کے صادر ہونے سے پہلے مقدور سے ناواقفیت میں اطاعت و نافرمانی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی لیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اطلاع دی کہ تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ جنت اور جہنم میں لکھ دیا گیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ: کیا ہم عمل ترک کر کے اسی تقدیر پر ہی بھروسہ نہ کرلیں؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا اعملوا فكل ميسر لما خلق له."

''نہیں، عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر ایک کے لیے وہی آسان کردیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

نیز ہم تقدیر کو حجت بنا کر گناہ کرنے والے سے کہیں گے کہ:

اگر آپ مکہ کا سفر کرنا چاہتے ہوں اور اس کے دوراستے ہوں اور آپ کو کوئی سچا آدمی یہ بتائے کہ ایک راستہ پرخطر اور دشوار گزار ہے اور دوسرا راستہ پرامن اور آسان ہے، تو بلاشبہ آپ دوسرا راستہ ہی اختیار کریں گے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ پہلا راستہ اختیار کریں اور کہیں کہ: میری تقدیر میں یہی لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو لوگ آپ کا شمار دیوانوں میں کریں گے۔

ہم اس سے یہ بھی کہیں گے کہ:

اگر آپ کو دو ملازمتیں پیش کی جائیں جن میں سے ایک کی تنخواہ زیادہ ہو، تو آپ بلاشک کم تنخواہ کی بجائے زیادہ تنخواہ والی ملازمت کو اپنائیں گے، تو پھر آپ آخرت کے عمل میں اپنے لیے کم تر چیز کو کیوں اختیار کرتے ہیں، پھر تقدیر کو حجت وبہانہ بناتے ہیں؟

ہم اس سے یہ بھی کہیں گے کہ:

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ جب کسی جسمانی بیماری سے دوچار ہوتے ہیں تو اپنے علاج کے لیے ہر ڈاکٹر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور آپریشن سے پہنچنے والی تکلیف اور دوا کی کڑواہٹ پر صبر سے کام لیتے ہیں۔ تو پھر آپ اپنے گناہوں سے بیمار دل کے سلسلے میں اسی طرح کیوں نہیں کرتے؟

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے کمال حکمت ورحمت کی بنا پر اس کی طرف شر کی نسبت نہیں کی جاتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"والشر ليس إليك" (رواه مسلم)

''اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں ہے۔''

چنانچہ فی نفسہ اللہ تعالیٰ کے قضا (فیصلہ) میں شر کا پہلو کبھی نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ سراسر اس کی رحمت وحکمت سے صادر ہوتا ہے۔

بلکہ شر اس کے مقتضیات میں ہوتا ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کو جو دعائے قنوت سکھائی تھی اس میں آپ کا یہ فرمان ہے: ((وقني شر ما قضيت)) ''مجھے اس چیز کے

شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے۔'' اس میں شر کی نسبت اس چیز کی طرف کی گئی ہے جس کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود مقتضیات میں شر کا ہونا محض خالص شر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی جگہ ایک طرح سے شر ہوتا ہے تو دوسرے لحاظ سے وہ خیر ہوتا ہے، یا وہ اپنی جگہ شر نظر آتا ہے تو دوسرے مقام پر وہی خیر ہوتا ہے۔

چنانچہ زمین کے اندر فساد مثلاً قحط سالی، بیماری، فقر و محتاجگی اور خوف و خطر سب ایک طرح سے شر ہیں، لیکن دوسرے پہلو سے خیر ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم: ٤١]

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے، (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔''

چور کا ہاتھ کاٹنا اور زناکار کو سنگسار کرنا، چور اور زناکار کے لیے اس اعتبار سے شر ہیں کہ چور کا ہاتھ کٹ جائے گا اور زانی کی جان چلی جائے گی، لیکن ایک دوسرے پہلو سے وہ ان دونوں کے لئے خیر ہے کہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ چنانچہ ان کے لیے دنیا و آخرت کی سزا کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ نیز وہ ایک دوسرے مقام پر بھی خیر ہے کہ اس سے لوگوں کے مال و اسباب، عزت و آبرو اور نسب کی حفاظت ہوتی ہے۔

بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام (*)

بدعت کی لغوی تعریف:

بدعت: لفظ ''بَدَ ع'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بغیر سابقہ مثال کے کسی چیز کا اختراع وایجاد کرنا، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ﴾ [البقرة:١١٧]

''وہ (اللہ تعالیٰ) زمین اور آسمانوں کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے۔''

یعنی بغیر سابقہ مثال ونمونہ کے آسمان وزمین کو وجود بخشنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [الاحقاف:٩]

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی بالکل انوکھا پیغمبر تو نہیں۔''

یعنی میں اللہ کی جانب سے بندوں کی طرف پیغام لانے والا پہلا شخص نہیں ہوں، بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں۔

نیز کہا جاتا ہے: "اِبْتَدَعَ فُلَان" بِدْعَةً " یعنی اس نے ایسا طریقہ ایجاد کیا جو اس سے پہلے نہیں تھا۔

ابتداع وایجاد کی دو قسمیں ہیں:

❶ - **عادات میں ابتداع وایجاد**: مثلاً روزمرہ کی ضروریات کے لیے نئی نئی ایجادات واختراعات کا ایجاد کرنا، یہ مباح وجائز ہے، اس لیے کہ عادات کے اندر اصل اباحت یعنی حلال ہونا ہے۔

(*) ''محاضرات فی العقیدۃ والدعوۃ'' للعلامۃ الفوزان.

❷- **دین میں ابتداع وایجاد** : یعنی دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا، یہ حرام ہے، اس لیے کہ دین میں اصل توقیف ہے (یعنی کتاب وسنت سے ثابت شدہ چیزوں پر ہی توقف کرنا۔ اس میں کسی قسم کی زیادتی یا کوئی نئی چیز ایجاد کرنا جائز نہیں ہے) آپ ﷺ کا فرمان ہے:

" مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ "

''جس نے ہمارے اس امر (شریعت) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے:

" مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ. "

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (صحیح مسلم)

بدعت کے اقسام: دین میں بدعت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: قولی واعتقادی بدعت: یعنی ایسی بدعت جس کا تعلق قول اور اعتقاد سے ہے، جیسے جَہمیہ، مُعتزلہ، رافضہ اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے اعتقادات۔

دوسری قسم: عبادات میں بدعت: یعنی عبادتوں کے اندر نئی چیزیں ایجاد کرنا، مثلاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی غیر مشروع طریقہ سے کرنا، **عبادات میں بدعت کی بھی چند قسمیں ہیں:**

پہلی قسم: وہ بدعت جو اصل عبادت میں ہو، یعنی بذاتِ خود عبادت ہی بدعت ہو، مثلاً کوئی ایسی عبادت ایجاد کر لی جائے جس کی شریعت کے اندر کوئی اصل وبنیاد نہ ہو، جیسے کوئی غیر مشروع نماز یا غیر مشروع روزہ یا غیر مشروع عیدیں ایجاد کر لی جائیں جیسے عیدِ میلاد وغیرہ۔

دوسری قسم: وہ بدعت جو مشروع عبادت میں اضافہ کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کر لینا۔

تیسری قسم: وہ بدعت جو مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقے میں ہو بایں طور کہ اسے غیر مشروع طریقہ پر ادا کرے، جیسے مسنون اذکار و دعائیں اجتماعی طور پر خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا، اور جیسے عبادتوں کی ادائیگی میں نفس پر اس حد تک سختی کرنا کہ وہ سنّت رسول ﷺ کے دائرہ سے باہر نکل جائے۔

چوتھی قسم: وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی ایسے وقت کے ساتھ خاص کر لینے کی صورت میں ہو جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے پندرھویں شعبان کے دن ورات کو روزہ وقیام کے لیے خاص کر لینا۔ کیونکہ روزہ وقیام تو اصلاً مشروع ہیں لیکن انھیں کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

دین میں بدعت کی جملہ اقسام کا حکم:

دین میں ہر بدعت حرام اور گمراہی ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

''دین کے اندر نئی ایجاد کردہ چیزوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (ابوداود، ترمذی)

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ نامقبول ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (مسلم)

یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین کے اندر ہرنئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی اور غیر مقبول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادات واعتقادات میں ہر قسم کی بدعتیں حرام ہیں۔ لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت کا حکم مختلف ومتفاوت ہوتا ہے۔

چنانچہ بعض بدعتیں صریح کفر ہیں، جیسے قبر والوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا، ان کے لیے قربانیاں اور نذر ونیاز پیش کرنا، ان سے مرادیں مانگنا اور ان سے فریادیں کرنا، نیز اسی ضمن میں غالی (شدت پسند) جہمیہ ومعتزلہ کے اقوال بھی آتے ہیں۔

اور بعض بدعتیں شرک کے وسائل ہیں، جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا، وہاں نماز پڑھنا اور دعا مانگنا۔

اسی طرح بعض بدعتیں فسق اعتقادی ہیں جیسے خوارج، قدریہ اور مرجئہ کے شرعی دلیلوں کے مخالف اقوال واعتقادات۔

اور بعض بدعتیں معصیت ونافرمانی ہیں جیسے ترکِ دنیا (رہبانیت، سادھوپن اور جوگی پن) دھوپ میں کھڑے ہوکر روزہ رکھنے اور شہوت جماع کو ختم کرنے کے لیے خصی ہونے کی بدعت۔

تنبیہ:

جس نے بدعت کی تقسیم بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) اور بدعتِ سیئہ (بری بدعت) سے کی ہے وہ غلطی پر ہے اور رسول ﷺ کے فرمان: ((فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے - کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے تمام بدعتوں پر گمراہی کا حکم لگایا ہے، اور یہ شخص کہتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہے، بلکہ بعض بدعتیں اچھی ہیں۔

حافظ ابن رجب اپنی کتاب ''شرح الأربعین'' میں فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کا فرمان ''فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' جوامع الکلم (جامع ترین

کلمات) میں سے ہے جس سے کوئی بدعت خارج نہیں ہوسکتی، اور یہ دین کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصول ہے، اور یہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے مشابہ ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے ہمارے اس امر دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ مردود ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لہٰذا جس نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور اسے دین کی طرف منسوب کیا حالانکہ دین میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے جو اس کا مرجع ہو تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اعمال یا اقوال سے ہو۔

بدعتِ حسنہ کی تقسیم کے قائلین کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صلاۃ التراویح کے بارے میں اس قول "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔

نیز بدعتِ حسنہ کے قائلین کہتے ہیں: کچھ چیزیں نئی ایجاد کی گئی ہیں، لیکن سلف رحمہم اللہ نے ان کا انکار نہیں کیا ہے، مثلاً قرآن کریم کو ایک کتاب میں جمع کرنا، حدیث کی کتابت اور تدوین و تالیف۔

ان کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان امور کی شریعت کے اندر اصل موجود ہے، لہٰذا یہ نئی ایجاد کردہ چیزیں (یعنی بدعت) نہیں ہیں۔ جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کے قول " نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ " کا تعلق ہے تو اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں، (یعنی بدعت کا لغوی معنی مراد ہے شرعی معنی مراد نہیں ہے)۔

لہٰذا جس چیز کی شریعت میں اصل موجود ہو جس کی جانب رجوع کیا جاسکے، جب اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ: وہ بدعت ہے، تو اس سے مراد بدعت لغوی ہوتی ہے، اس کا شرعی معنی مراد نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شریعت میں بدعت اس کو کہتے ہیں: جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جس کی جانب رجوع کیا جاسکے، اور قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے کی شریعت کے

اندر اصل موجود ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ خود قرآن کریم کو لکھنے کا حکم فرماتے تھے، لیکن وہ مختلف صحیفوں میں الگ الگ لکھا ہوا تھا، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی حفاظت کے پیش نظر اسے ایک مصحف میں جمع کر دیا۔

رہی بات نماز تراویح کی تو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو چند راتیں تراویح کی نماز پڑھائی، پھر اخیر میں نماز تراویح کے لیے (مسجد میں) نہیں آئے، اس خوف سے کہ کہیں ان پر فرض نہ کر دی جائے۔ لیکن صحابہ کرام نبی ﷺ کی حیات میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی برابر الگ الگ نمازِ تراویح پڑھتے رہے، یہاں تک کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے، لہٰذا یہ دین کے اندر بدعت نہیں ہے۔

اسی طرح حدیث کی کتابت و تدوین کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کچھ صحابہ کی فرمائش پر ان کے لیے بعض حدیثیں لکھنے کا حکم دیا تھا، نیز عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے زمانہ میں حدیث لکھا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کے عہد زندگی میں بہ شکل عام حدیث لکھنے سے ممانعت اس لیے تھی کہ اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں قرآن کے ساتھ دوسری چیز خلط ملط نہ ہو جائے۔ لیکن جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو یہ خدشہ ختم ہو گیا، اس لیے کہ آپ ﷺ کی وفات سے پہلے ہی قرآن بالکل مکمل و محفوظ ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی تاکہ ضائع ہونے سے اس کی حفاظت ہو سکے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے جنہوں نے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ضائع ہونے اور برباد کرنے والوں کی بربادی کا نشانہ بننے سے محفوظ کر دیا۔

مسلمانوں کی زندگی میں بدعات کا ظہور:

پہلا مسئلہ: بدعات کے ظہور کا وقت:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [مجموع الفتاوی (۳۵۴/۱۰) میں] فرماتے ہیں:

یہ بات جان لیں کہ علوم وعبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفاے راشدین کے آخری دور میں رونما ہوئیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی تھی، آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْراً ؛ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ))

”تم میں سے جوزندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے۔لہٰذاتم میری سنت کواور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنت کولازم پکڑو۔“ (ابوداود، ترمذی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

سب سے پہلے انکارِتقدیر، ارجاء (ایمان سے عمل کوالگ کرنا)، تشیع اورخوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں، پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تفرقہ پیدا ہوا تو حروریہ کی بدعت ظاہر ہوئی، پھر عصر صحابہ کے اواخر یعنی عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور جابر وغیرہ رضی اللہ عنہم کے آخری زمانہ میں قدریہ کا ظہور ہوا، اور مرجئہ کا ظہوراس کے قریب ہی ہوا۔ جہاں تک جہمیہ کا تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے ان کے بارے میں لوگوں کو خبردار کیا تھا اور جہم بن صفوان کا ظہور خراسان میں ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں ہوا۔

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئیں، جب کہ صحابہ کرام موجود تھے اورانہوں نے ان بدعتیوں پر نکیر وتردید کی۔ پھراعتزال کی بدعت ظاہر ہوئی اور مسلمانوں کے درمیان فتنے رونما ہونے

لگے نیز لوگوں کے اندر اختلافِ آراء اور بدعات وخواہشاتِ نفس کی طرف میلان ورجحان کا ظہور ہوا۔ تصوف کی بدعت اور قبروں پر تعمیر کی بدعت قرون مفضلہ کے بعد ظاہر ہوئی۔ اس طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا رنگا رنگ بدعتیں بڑھتی گئیں۔

دوسرا مسئلہ: بدعات کے ظہور کی جگہیں:

بدعتوں کے ظاہر ہونے کے معاملہ میں اسلامی مما لک کے حالات مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ بڑے بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم وایمان کی روشنی نکلی، پانچ ہیں: حرمین شریفین (مکہ ومدینہ)، عراقین (بصرہ وکوفہ) اورشام۔ انہی پانچ شہروں سے قرآن وحدیث، فقہ وعبادت اوران سے متعلق دیگر اسلامی امور کا پرچم بلند ہوا، اور مدینہ نبویہ کو چھوڑ کر انہی شہروں سے اصولی (اعتقادی) بدعتیں نکلیں۔

چنانچہ کوفہ سے شیعیت وارجاء کی بدعت ظاہر ہوئی اور اس کے بعد دوسرے شہروں میں پھیلی۔ بصرہ سے قدریت، اعتزال اور غلط وفاسد طریقۂ عبادت کا ظہور ہوا جو بعد میں دوسرے شہروں میں پھیلی۔ شام ناصبیت وقدریت کا مرکز تھا۔ رہی جہمیت تو اس کا ظہور خراسان کے نواحی میں ہوا اور وہ بدترین بدعت ہے۔

بدعتوں کا ظہور دیارِ نبوی سے دوری کے اعتبار سے ہوا، جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد افتراق واختلاف رونما ہوا تو حروریہ کی بدعت کا ظہور ہوا۔ لیکن مدینہ نبویہ ان بدعتوں کے ظہور سے محفوظ تھا، اگر چہ وہاں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو دلوں میں بدعتیں چھپائے ہوئے تھے لیکن ان کے نزدیک ذلیل ومذموم تھے۔ کیونکہ وہاں قدریہ وغیرہ کی ایک جماعت موجود تھی مگر وہ ذلیل و مغلوب تھی۔ اس کے برخلاف کوفہ میں تشیع وارجاء، بصرہ میں اعتزال اور زاہدوں کی بدعتیں اور شام میں ناصبیت (اہل بیت سے عداوت ودشمنی) کا ظہور وغلبہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث کے اندر ثابت ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور وہاں امام مالک کے شاگردوں کے زمانہ تک

جو چوتھی صدی ہجری کے ہیں، علم وایمان کا دور دورہ رہا۔ (مجموع الفتاوی ۲۰/ ۳۰۰-۳۰۳).

جہاں تک اسلام کی ابتدائی تین بہترین صدیوں کا تعلق ہے تو اس دوران مدینہ نبویہ میں قطعی طور پر کوئی ظاہری بدعت رونما نہیں ہوئی اور نہ ہی وہاں سے دیگر شہروں کی طرح اصول دین سے متعلق قطعاً کوئی بدعت نکلی۔

بدعتوں کے ظاہر ہونے کے اسباب ومحرکات:

بلاشبہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے ہی میں بدعتوں اور گمراہیوں میں پڑنے سے نجات کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾[الانعام:۱۵۳]

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

اس بات کو نبی ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں واضح فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں:

((خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَطاً فَقَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطاً عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ : وَهٰذِهِ سُبُلٌ، عَلىٰ كُلِّ سَبِيلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ إِلَيْهِ.))

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے''۔ پھر اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ''یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے، جو اس کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے''۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ

ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [الأنعام:١٥٣]

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔'' (اس حدیث کی روایت احمد، ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے کی ہے).

لہٰذا جو بھی کتاب وسنت سے منہ موڑے گا اسے گمراہ کرنے والے راستے اور نئی نئی بدعتیں اپنی طرف کھینچ لیں گی۔

جن اسباب کی بنا پر بدعتیں وجود میں آئیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) دینی احکام سے ناواقفیت:

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور لوگ رسالت کے آثار سے دور ہوتے گئے، علم میں کمی آتی گئی اور جہالت عام ہوتی گئی، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ اس کی خبر دی ہے:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْراً))

''تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا' وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔'' (ابوداود، ترمذی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

نیز ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِماً اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْساً جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا))

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں سے (یکبارگی) چھین کر ختم کر دے، بلکہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم زندہ نہیں چھوڑے گا تو

لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، پھر لوگ ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، سو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) (بحوالہ: جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبرا/۱۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ بدعتوں کا مقابلہ صرف علم اور علماء ہی کے ذریعہ ممکن ہے، لہٰذا جب علم اور علماء کا وجود ختم ہو جائے گا تو بدعتوں کو پھلنے پھولنے کا اچھا موقع فراہم ہوگا اور بدعتیوں کا بازار گرم ہو جائے گا۔

(ب) خواهشاتِ نفس کی پیروی کرنا:

جو شخص کتاب وسنت سے منہ موڑے گا وہ لازمی طور پر اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾ [القصص:۵۰]

''پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ﴾ [الجاثية:۲۳]

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا

ہے؟''

اور بدعتیں درحقیقت پیروی کی جانے والی خواہشات نفس کی پیداوار ہیں۔

(ج) مخصوص نظریات و شخصیات کے لیے تعصب برتنا:

کسی خاص رائے ونظریے کی طرف داری کرنا اور کسی مخصوص شخصیت کے لیے جانبداری (عصبیت) اختیار کرنا' انسان کو دلیل کی پیروی کرنے اور حق کی معرفت سے روک دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾ [البقرة: ١٧٠]

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔''

آج صوفیوں کے طریقوں کی پیروی کرنے والے اور قبروں کی پوجا کرنے والے بعض تعصب پرستوں کی یہی حالت ہے کہ جب انہیں کتاب وسنت کی پیروی کرنے اور ان کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اپنے مذاہب، مشائخ اور آبا واجداد کا حوالہ دیتے ہیں اور انہیں دلیل وحجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(د) کافروں کی مشابہت اختیار کرنا:

کافروں کی مشابہت اختیار کرنا سب سے زیادہ بدعتوں میں ڈالنے والی چیزوں میں سے ایک ہے، جیسا کہ ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (غزوہ) حنین کی طرف نکلے، ابھی ہمارے کفر کا زمانہ بالکل قریب ہی تھا، اس وقت مشرکوں کے ہاں ایک بیری کا درخت تھا، جس کے پاس وہ ٹھہرتے تھے اور اس پر اپنے ہتھیار (تبرک کے لیے) لٹکایا کرتے تھے، جسے ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا، چنانچہ ہمارا گزر بھی ایک بیری کے درخت

کے پاس سے ہوا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے بھی مشرکوں کی طرح ایک ذات انواط مقرر کر دیجئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا:

((اَللّٰهُ أَكْبَرُ! إِنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُم وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوسَىٰ: ﴿ اجْعَل لَّنَا إِلَـٰهاً كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴾ لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ))

اللہ اکبر! یہی (گمراہی کے) راستے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگوں نے بالکل ویسے ہی کہا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ''ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے''۔ [الاعراف:۱۳۸]

تم اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر ضرور چلو گے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے)

اس حدیث سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ کفار کی مشابہت ہی وہ چیز ہے جس نے بنی اسرائیل کو اس بات پر ابھارا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے یہ بُرا مطالبہ کرنے لگے کہ وہ ان کے لیے اللہ کے سوا ایک معبود مقرر کر دیں جس کی وہ عبادت کریں، اور کفار کی مشابہت ہی وہ چیز ہے جس نے بعض صحابہ کو آپ ﷺ سے یہ سوال کرنے پر آمادہ کیا کہ آپ ان کے لیے ایک درخت مقرر کر دیں جس سے وہ اللہ کو چھوڑ کر تبرک حاصل کریں۔

آج حقیقتِ حال بالکل یہی ہے، کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت بدعتوں اور شرکیہ کاموں کے کرنے میں کافروں کی تقلید اور نقالی کر رہی ہے، جیسے: برتھ ڈے اور میلاد کی خوشیاں منانا، مخصوص کاموں کے لیے دن اور ہفتے منانا، دینی مناسبتوں اور یادگاروں کا جشن منانا، اسٹیچو اور یادگار مجسمے لگانا، مجلس ماتم منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ۔

عصرِ حاضر کی بدعات کے چند نمونے:

دورِ حاضر کی بدعات بہت زیادہ ہیں، جن کا سبب عہدِ نبوت سے زمانہ کا متاخر (دور) ہونا، علم کی کمی، بدعتوں وخلافِ شریعت باتوں کی طرف دعوت دینے والوں کی کثرت اور نبی ﷺ کے فرمان: ((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))

''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے نقش قدم پر ضرور چلوگے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کرکے صحیح کہا ہے)

کے مطابق مسلمانوں کے اندر کفار کے عادات واطوار اور رسم ورواج کی مشابہت کا سرایت کرجانا ہے۔

①-میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے جشن منانا:

نبی ﷺ کے یوم پیدائش کا جشن منانا دراصل نصرانیوں کے اس عمل کی مشابہت وتقلید ہے جسے میلادِ مسیح کے جشن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جاہل ونادان مسلمان یا گمراہ کن علماء ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں رسول ﷺ کی پیدائش کی مناسبت سے جشن مناتے ہیں۔ بعض لوگ یہ جشن مسجدوں میں منعقد کرتے ہیں اور بعض اس کا اہتمام گھروں میں یا اسی کی خاطر تیار کردہ مخصوص مقامات پر کرتے ہیں۔ اس میں عوام الناس اور بے علم لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوتی ہے۔ یہ کام وہ عیسائیوں کی مشابہت وتقلید میں کرتے ہیں جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے جشن میلاد کی بدعت گھڑ لی ہے۔ عام طور سے یہ محفلِ میلاد بدعت اور عیسائیوں کی مشابہت وتقلید ہونے کے ساتھ ساتھ شرکیہ اموراور منکرات سے خالی نہیں ہوتی، مثلاً اس میں ایسے قصیدے (نعتیہ اشعار) پڑھے جاتے ہیں جس کے اندر رسول ﷺ کے حق میں اس حد تک غلو پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے خود آپ ﷺ ہی کو پکارا جاتا ہے اور آپ سے فریاد طلب کی جاتی ہے، جبکہ نبی ﷺ نے اپنی تعریف میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد

ہے:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَاعَبْدٌ فَقُوْلُوْا: عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ))

''تم میری تعریف میں غلو نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں غلو سے کام لیا (یہاں تک کہ انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا) دیکھو! میں ایک بندہ ہوں لہٰذا مجھے تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' (بخاری ومسلم)

اطراء کے معنیٰ مدح وتعریف میں غلو کرنے کے ہیں۔

بسا اوقات یہ محفل مردوں عورتوں کے درمیان اختلاط، اخلاق کی فساد وخرابی اور مسکرات ومنشیات وغیرہ سے آلودہ ہوتی ہے۔

اور بسا اوقات وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول ﷺ ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ نیز ان محفلوں میں ارتکاب کئے جانے والے منکرات وبرائیوں میں سے یہ بھی ہے کہ: اجتماعی شکل میں خوش الحانی وترنم کے ساتھ نعتیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، ڈھول وتاشے پیٹے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ صوفیہ کے خودساختہ اور گھڑے ہوئے اذکار کا وِرد کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان محفلوں میں مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے جو فتنے کا سبب اور فواحش وبدکاری میں پڑنے کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ جشن ومحفل ان برائیوں سے خالی بھی ہوں اور صرف ایک جگہ جمع ہو کر کھانا تناول کرنے اور خوشی کا اظہار کرنے ہی پر اکتفا کیا جائے -جیسا کہ ان لوگوں کا کہنا ہے- تب بھی وہ ایک نئی ایجاد کردہ بدعت ہے اور ''دین کے اندر ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' نیز رفتہ رفتہ یہ ایسی برائیوں اور منکرات کے وقوع پذیر ہونے کا وسیلہ وذریعہ ہے جو دوسری محفلوں میں ہوا کرتی ہیں۔

ہم نے اسے بدعت اس لیے کہا ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے، نہ

سلف صالحین کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی قرون مفضلہ میں اس کا کوئی وجود ملتا ہے، بلکہ اس کا وجود چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوا، جسے فاطمی شیعوں نے ایجاد کیا۔

امام ابوحفص تاج الدین الفاکھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اما بعد: مبارکین کی ایک جماعت کی طرف سے اس اجتماع کے بارے میں جسے بعض لوگ ماہ ربیع الاول میں منعقد کرتے ہیں اور اسے مولد کا نام دیتے ہیں، بارہا سوال کیا گیا کہ کیا دین کے اندر اس کی کوئی اصل ہے؟ اور اس کے بارے میں انہوں نے واضح اور صاف صاف جواب طلب کیا ہے، لہٰذا اللہ کی توفیق سے جواب پیش خدمت ہے:

کتاب وسنت کے اندر میں اس مروجہ میلاد کی کوئی اصل اور دلیل نہیں جانتا، اور نہ ہی یہ عمل ان علمائے امت میں سے کسی سے منقول ہے جو دین میں قدوہ (آئیڈیل) اور سلفِ صالحین کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں، بلکہ یہ ایک بدعت ہے جسے بے روزگار و بے کار لوگوں نے ایجاد کرلیا ہے اور ایک نفسانی خواہش ہے جسے پیٹ کے پجاریوں نے مالداری کا ذریعہ بنالیا ہے۔ (رسالۃ المورد فی عمل المولد)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسی طرح بعض لوگوں نے جو میلادِ عیسیٰ علیہ السلام میں عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ پیدائش کا جشن ایجاد کرلیا ہے جبکہ آپ کی تاریخِ پیدائش کے تعین میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے، اسے سلف صالحین نے نہیں کیا ہے، اگر وہ محض خیر ہوتا یا اس میں کم از کم خیر کا پہلو غالب ہوتا تو سلف رضی اللہ عنہم اس کو کرنے کے ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ ہم سے کہیں زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ وہ لوگ خیر وبھلائی کے بڑے حریص اور متوالے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت وتعظیم دراصل آپ کی متابعت وفرماں برداری، آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کو ظاہری وباطنی طور پر زندہ کرنے، جس چیز کے ساتھ آپ مبعوث کئے گئے ہیں اس کی نشرواشاعت کرنے اور اس پر دل

وزبان اور ہاتھ سے جہاد کرنے میں ہے۔ کیونکہ انصار ومہاجرین میں سے سابقین اولین اوران کی سچی پیروی کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے''۔(اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۶۱۵، تحقیق ڈاکٹر ناصر العقل)

اس بدعت کے انکار میں متعدد پرانی ونئی کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، یہ جشن میلاد بدعت اور نصاریٰ کی مشابہت ہونے کے علاوہ دوسرے میلادوں کے منعقد کرنے کا بھی سبب ہے، جیسے اولیاومشائخ اور قائدین کا جشن میلاد (برتھ ڈے) منانا، اس طرح شر وفساد کے بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں۔

②- مقامات وآثاراور زندہ ومردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا:

نئی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے مخلوق سے تبرک کا حاصل کرنا بھی ہے، یہ بت پرستی کی ایک قسم اور ایک ایسا جال ہے جس کے ذریعہ پیٹ کے پجاری سیدھے سادھے لوگوں کی دولت پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔

تبرک کے معنی: برکت طلب کرنے کے ہیں،اور **برکت کے معنی**: کسی چیز میں خیر و بھلائی کے ثابت و برقرار رہنے اوراس میں اضافہ وبڑھوتری ہونے کے ہیں۔

خیر و بھلائی میں ثبات وبقا اوراس میں بڑھوتری واضافہ صرف اسی ذات سے طلب کی جاسکتی ہے جواس کا مالک اوراس پر قادر ہواوروہ صرف اللہ سبحانہ کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ ہی برکت نازل فرماتا ہے اور اس کو ثابت و برقرار رکھتا ہے۔ البتہ جہاں تک مخلوق کا معاملہ ہے تو وہ برکت عطا کرنے اوراسے وجود بخشنے پر قدرت نہیں رکھتی ہے اور نہ ہی اسے برقرار اور قائم ودائم رکھنا اس کے بس میں ہے۔

لہٰذا مقامات وآثاراور زندہ ومردہ اشخاص سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں کیوں کہ اگر آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ چیز بذاتِ خود برکت عطا کرتی ہے تو یہ شرک ہے،اوراگراس کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی زیارت کرنا،اس کو چھونا اوراسے اپنے جسم پر پھیرنا اللہ کی طرف سے برکت کے حصول کا

سبب ہے تو یہ شرک کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

جہاں تک صحابہ کرام کا تعلق ہے کہ وہ نبی ﷺ کے بال، آپ کے تھوک اور آپ کے جسم سے علیحدہ ہونے والی چیزوں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے، تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف آپ کی حالتِ زندگی تک خاص ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے کمرے اور آپ کی قبر سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی وہ تبرک حاصل کرنے کی غرض سے ان جگہوں کا قصد کرتے تھے جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی یا تشریف فرما ہوئے تھے، لہٰذا اولیاء کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام اپنے مابین نیک وصالح لوگوں جیسے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر افاضل صحابہ سے نہ تو ان کی زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد کبھی تبرک حاصل کرتے تھے، نہ ہی وہ لوگ کبھی غارِ حراء جاتے تھے تاکہ اس میں نماز پڑھیں یا دعا کریں، اور نہ ہی وہ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے کوہِ طور کی طرف جاتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ نہ ہی وہ ان جگہوں کے علاوہ ان پہاڑوں کا رخ کرتے تھے جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس میں انبیاء وغیرہ کے مقامات وآثار ہیں، اور نہ ہی وہ کسی ایسے مزار پر جاتے تھے جو کسی نبی کے نشان پر بنایا گیا ہو۔

نیز وہ جگہ جہاں نبی ﷺ مدینہ نبویہ میں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے، اسی طرح مکہ وغیرہ میں وہ جگہ جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، سلفِ صالحین میں سے کوئی بھی شخص اسے نہ چھوتا تھا اور نہ اسے چومتا تھا۔

لہٰذا غور فرمایئے! کہ جب وہ جگہ جہاں آپ ﷺ کے مبارک قدم چلتے تھے اور جہاں آپ نماز پڑھتے تھے، آپ کی امت کے لیے اسے چھونا اور اسے بوسہ دینا (چومنا) مشروع وجائز نہیں ہے، تو پھر ان مقامات وجگہوں کے ساتھ یہ چیزیں کیسے جائز ہوسکتی ہیں جہاں آپ کے علاوہ کسی

دوسرے نے نماز پڑھی ہو یا سویا ہو؟!!

علمائے کرام دینِ اسلام سے ضروری طور پر جانتے ہیں کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو بوسہ دینا اور اسے چھونا آپ ﷺ کی شریعت سے نہیں ہے۔

③ - عبادات اور قربت الٰہی کے حصول سے متعلق بدعتیں:

اس زمانے میں عبادات کے باب میں ایجاد کردہ بدعتیں بہت زیادہ ہیں، حالانکہ عبادات کے اندر اصل توقیف ہے، لہٰذا کوئی بھی عبادت بغیر دلیل کے مشروع نہیں ہوسکتی، اور جس چیز پر کوئی دلیل موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔''

آج کل بغیر کسی دلیل وثبوت کے انجام دی جانے والی بدعتیں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

❶ - **نماز کے لئے بلند آواز سے نیت کرنا:** مثلاً یہ کہنا کہ: ''میں اللہ کے لیے ایسی ایسی نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں''، یہ عمل بدعت ہے؛ اس لیے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو؟ اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔'' [الحجرات: ١٦].

نیت کی اصل جگہ دل ہے، لہٰذا وہ ایک قلبی عمل ہے زبانی عمل نہیں۔

❷ -**نماز کے بعد اجتماعی طور پر ذکر کرنا**: حالانکہ مشروع طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص نبی ﷺ سے منقول ذکر کو انفرادی طور پر پڑھے۔

❸ - مختلف مناسبات میں، دعا کے بعد اور اسی طرح مردوں کے لیے فاتحہ خوانی کرانا۔

❹ -اموات (وفات شدہ لوگوں) کے لئے مجلس ماتم و بین منعقد کرنا، کھانا تیار کروانا اور اجرت پر قاریوں کو رکھنا۔ ایسا کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب تعزیت وغمخواری کے طور پر ہے، یا اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت ہیں جن کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، یہ ایسا بوجھ و بیڑیاں اور گلے کا طوق ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری ہے۔

❺ - **دینی مناسبات کا جشن منانا**: جیسے اسراء ومعراج کی مناسبت اور ہجرتِ نبویہ کی مناسبت پر محفل منعقد کرنا، جبکہ ان مناسبات پر جشن منانے کی شریعت میں کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔

❻ - **ماہ رجب میں انجام دی جانے والی خصوصی عبادتیں**، جیسے رجب کے مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ نفلی نمازیں پڑھنا اور روزہ رکھنا، حالانکہ اس مہینہ کو دوسرے مہینوں پر کوئی امتیاز وخصوصیت حاصل نہیں، نہ تو روزہ، نماز اور قربانی کے اندر، اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز کے اندر۔

❼ - **صوفیوں کے خودساختہ اذکار**: صوفیوں کے تمام قسم کے ذکر واذکار اور اوراد ووظائف بدعات اور دین کے اندر نئی ایجادات ہیں؛ اس لیے کہ وہ اپنے الفاظ، طریقے اور اوقات کے اندر شرعی اذکار کے سراسر مخالف ہیں۔

❽ - **پندرھویں شعبان کی رات کو قیام کے لیے اور اس کے دن کو روزے کے لیے مخصوص کرنا** بھی انہی بدعتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس بارے میں خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

❾ -**قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا**، انہیں مسجدیں بنالینا اور ان سے تبرک حاصل کرنے کے لیے، مردوں کا وسیلہ لینے کے لیے اور اس کے علاوہ دیگر شرکیہ مقاصد کے لیے ان کی زیارت کرنا۔ اسی

طرح عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں، اوران پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

آخری بات:

ہم اپنی گفتگو کا خاتمہ اس بات پر کرتے ہیں کہ: بدعتیں بلاشبہ کفر کی ڈاک ہیں، اور یہ دین میں ایسا اضافہ اور زیادتی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے جائز نہیں رکھا ہے، بلکہ بدعت گناہِ کبیرہ سے بھی بدترین اور بُری چیز ہے، اور شیطان گناہ کبیرہ کی نسبت بدعت سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک گناہ گار یہ جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کہ یہ اللہ کی نافرمانی ہے، لہٰذا وہ اس سے توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن ایک بدعتی شخص بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی قربت تلاش کرتا ہے، لہٰذا اس کی توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز بدعتیں سنتوں کا خاتمہ کر دیتی ہیں اور بدعتیوں کو سنت بھی ناپسندیدہ لگنے لگتی ہے اور سنت پر عمل کرنے والے بھی۔

سچ تو یہ ہے کہ بدعتیں اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہیں، اس کی ناراضگی اور سزا کا مُوجب بنتی ہیں اور دلوں کی کجی اور فساد کا سبب بنتی ہیں۔

بدعتی کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

بدعتی کی زیارت کرنا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، لیکن اس کی نصیحت وخیر خواہی کے طور پر اور اسے روکنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی کے پاس اٹھنے بیٹھنے والا شخص بدعت سے متاثر ہوتا ہے اور یہ متعدی بیماری دوسروں تک پھیل جاتی ہے۔

اگر ان کی گرفت کرنا اور انہیں بدعتوں کے کرنے سے روکنا ممکن نہ ہو تو ان سے اور ان کے شر سے لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے، بصورت دیگر مسلمانوں کے علماء اور ان کے حکام پر واجب ہے کہ وہ بدعات پر پابندی لگائیں، بدعتیوں کی گرفت کریں اور انہیں ان کے شر سے باز رکھیں، اس

لیے کہ یہ لوگ اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔

پھر اس حقیقت سے آگاہ رہنا بھی ضروری ہے کہ کافر ممالک بدعتوں کی نشر واشاعت پر بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اس کام میں ان کی مدد کرتے ہیں، اس لیے کہ اس سے اسلام کا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ ایک بدنما شکل میں سامنے آتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند کرے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی نازل ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے صحابہ پر۔

انبیاء وصالحین کے بارے میں غلو کرنا(*)

اللہ کے اولیاء، متقی اور اہل ایمان لوگ ہیں، وہ لوگ جو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر استقامت اختیار کرنے والے ہیں، یہی لوگ اللہ کے اولیاء ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ﴾ (یونس:٦٢)

''یادرکھو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔''

پھر ان کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ﴾ (یونس:٦٣)

''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانُوۡۤا اَوۡلِيَآءَهٗ ؕ اِنۡ اَوۡلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ﴾ (الأنفال:٣٤)

''جب کہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں۔ اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور اشخاص نہیں۔''

لہٰذا اللہ کے اولیاء، اہل تقویٰ اور اہل ایمان لوگ ہیں، وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی، اللہ کے دین پر جمے رہے اور شرک اور نافرمانیوں کو ترک کر دیا، یہی لوگ اللہ کے اولیاء ہیں جن سے اللہ کی خاطر محبت رکھنا واجب ہے، لیکن اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارنا، پریشانیوں میں ان سے مدد طلب کرنا، ان کی قبروں پر تعمیر کرنا جائز نہیں، نیز انبیائے کرام کی قبروں پر بھی تعمیر کرنا جائز نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(*) ''نور علی الدرب، للإمام ابن باز'' د/الشویعر (٢/١٦٦-١٧٣).

”یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیں۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ”آگاہ رہو! تم سے پہلے جو لوگ تھے“ یعنی سابقہ امتیں ”وہ اپنے انبیاء وصالحین کی قبروں کو مسجدیں بنالیے کرتے تھے، خبردار! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا، میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔“ (مسلم)

چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو انبیاء وصالحین کی قبروں پر مسجدیں بنانے سے روکا اور انہیں اس سے احتراز کرنا کا حکم دیا ہے، اور ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ”رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ (پختہ) کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ لہٰذا قبر پر کوئی قبہ، کوئی کمرہ اور مسجد تعمیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اس سے احتراز کرنا ضروری ہے، بلکہ قبر اسی طرح ظاہر اور کھلی چھوڑ دی جائے گی جس طرح نبی ﷺ کے عہد مبارک میں بقیع وغیرہ میں واضح اور کھلی ہوئی زمین پر ہوتی تھی جس میں کوئی تعمیر یا عمارت نہیں ہوتی تھی، قبر زمین سے ایک بالشت اونچی ہوتا کہ پتہ چل سکے کہ یہ قبر ہے، اس پر کوئی تعمیر نہ ہو، اسے چونا گچ (پختہ) نہ کیا جائے، اس پر کوئی قبہ یا مسجد نہ بنائی جائے، یہ سبھی چیزیں جائز نہیں ہیں۔

قبروں پر بنائی جانے والی یہ مسجدیں اور قبے شرک کے اسباب میں سے ہیں، جب ایک گنوار شخص ان قبروں کو دیکھتا ہے کہ قبوں اور مسجدوں کے ذریعہ ان کی تعظیم کی گئی ہے، بسا اوقات ان کے فرش کو آراستہ کیا گیا ہوتا اور بسا اوقات انہیں خوشبوؤں میں بسایا گیا ہوتا ہے، تو یہ شرک کے اسباب میں سے اور ایسی بدعت ہو جاتا ہے جس پر شرک اکبر مترتب ہوتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں، جب عوام لوگ اس عمل کو دیکھتے ہیں، تو انہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارتے، پریشانیوں میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان پر ہاتھ پھیرتے اور چھوتے ہیں۔

جہاں تک مومن کا اپنے بھائی پر سلام پڑھنے کے لیے اس کی قبر کی زیارت کرنے کا تعلق ہے،

تو اگر قبر ظاہر اور کھلی جگہ میں ہے، اس میں کوئی قبہ اور مسجد نہیں ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ سنت ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''قبروں کی زیارت کرو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔'' [ابن ماجہ]

لہٰذا اگر کوئی قبروں کی زیارت ان قبر والوں پر سلام پڑھنے اور ان کے لیے دعا کرنے کے مقصد سے کرتا ہے، تو یہ مشروع ہے۔

البتہ اگر ان کی زیارت اس لیے کرتا ہے تا کہ انہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارے، یا ان سے فریادرسی چاہے، یا ان سے مدد طلب کرے، تو یہ شرک اکبر ہے، ایسا کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا جو شخص صاحب قبر سے کہتا ہے کہ: المدد المدد (یعنی مدد کا سوال ہے یا مدد کیجیے) یا اے سیدی فلان میری فریادرسی کیجیے، یا میری مدد کیجیے، یا میرے بیمار کو شفایاب کر دیجیے، یا میں آپ کے پناہ میں ہوں، یا میں آپ کی حمایت میں ہوں... تو یہ غیر اللہ کو پکارنا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، یہ پہلی جاہلیت کے کاموں، ابوجہل اور اس کے مشابہ لوگوں کے جنس سے ہے، مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان باتوں سے پرہیز کریں، اور انہیں ترک کرنے کی آپس میں ایک دوسرے کو تلقین اور نصیحت کریں خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔

جہاں تک ان میں سے زندہ و باحیات لوگوں کا تعلق ہے، تو جب آدمی ان کی زیارت کرے گا تو ان سے اللہ کی خاطر محبت کیوجہ سے ان کو سلام کرے گا، تو اللہ کی خاطر ان سے محبت کرنے کی وجہ سے ان کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ان سے تبرک لینے کے مقصد سے ان کی زیارت نہیں کرے گا، جو شخص ان کی زیارت کرے، انہیں سلام کرے، ان کے احوال کی جانکاری حاصل کرے، بھلائی کے کاموں، یا علم کی باتوں میں ان کے ساتھ مذاکرہ کرے، یہ سب اچھی چیز ہے، یا اس لیے تا کہ وہ لوگ اس کے لیے دعا واستغفار کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اگر وہ کہے: میرے لیے دعا کیجیے، یا میرے لیے مغفرت طلب کیجیے، تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں

ہے۔

البتہ اگراس کی زیارت اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنے کہ وجہ سے کررہا ہے کہ اسے اللہ کو چھوڑ کر پکارا جاسکتا ہے، یا وہ اس لائق ہے کہ اللہ کے ماسوا اس کی عبادت کی جائے خواہ وہ زیاندہ ہو یا مردہ، کیونکہ وہ نفع یا نقصان پہنچاتا ہے، یا اس لیے کہ وہ کائنات میں تصرف کرتا ہے، یا اس کے مشابہ جاہلوں کے دوسرے اعتقادات، تو ایسا کرنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مخاطب فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾

''آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔'' (اعراف:۱۸۸)

جب اولاد آدم کے سردار اور سب سے افضل مخلوق نبی ﷺ کسی کے لیے نفع ونقصان کے مالک نہیں، اور نہ انہیں غیب کا علم ہے، تو پھر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی کیا حیثیت ہے؟

لہٰذا غیب کا علم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے، وہی نفع ونقصان پہنچانے والا، دینے اور روکنے والا ہے، پس کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے علاوہ مُردوں، یا غائب لوگوں، یا درختوں، یا پتھروں، یا جن، یا فرشتوں کو پکارے۔ بلکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، نیز اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ کسی شخص کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اللہ کی بجائے نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے، یا یہ کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ اللہ کی بجائے اس کی پرستش کی جائے، یا اللہ کی بجائے اسے پکارا جائے، یہ سب کے سب باطل اعتقاد اور کفر ہے، ہم

اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

البتہ زندہ، حاضر اور قدرت رکھنے والے شخص سے کہا جائے کہ: اے میرے بھائی! اس کام پر میری مدد کریں، آپ اس سے کہیں کہ: میری گاڑی کی اصلاح کرنے پر، یا میرا گھر بنانے پر، یا میری کھیتی باڑی میں میری مدد کریں، جبکہ وہ قادر ہو آپ کی بات سنتا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو میسر کیا ہے اس کے ذریعہ آپ کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ امور لوگوں کے مابین جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ (القصص:١٥)

''اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی۔''

اس لیے کہ وہ زندہ تھے اور اس کی بات کو سنتے تھے، اور موسیٰ علیہ السلام اس کی مدد کرنے پر قادر تھے۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ مُردوں کو پکارنا اور مردوں یا غائب لوگوں سے فریاد کرنا یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ اس کی پکار کو سنتے اور نفع ونقصان پہنچاتے ہیں، تو یہی شرک اکبر ہے، یہ پہلی جاہلیت کے لوگوں کا عمل ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں، اگر چہ وہ یہ کہے کہ: میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ نفع ونقصان پہنچاتے ہیں، اور اگر چہ وہ یہ کہے کہ: میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک سفارشی ہیں، کیونکہ یہی مشرکین (مکہ) کا شرک ہے، مشرکین مکہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ نفع ونقصان پہنچاتے ہیں، بلکہ ان کا مقصد انہیں اللہ کے پاس سفارشی بنانا تھا، اور ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کردیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس:١٨]

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو

نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اَ تُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [يونس:١٨]

''آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو شرک کا نام دیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر میں فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (سورة الزمر:٣)

اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔''

انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں، نہیں بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ: تاکہ وہ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں، یہی ان کا عقیدہ تھا، وہ جانتے تھے کہ نفع اور نقصان پہنچانے والا صرف اللہ ہی ہے، لیکن وہ اولیاء، یا انبیاء، یا فرشتوں سے اللہ کے پاس سفارش طلب کرتے تھے، تاکہ وہ انہیں ان کے مطالبات سے نواز دے، اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ سفارشی ہیں اور وہ اللہ سے قریب کردیتے ہیں، وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ کائنات میں تصرف کرتے ہیں، یا نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں، نہیں، یہ جاہلیت کے اعتقاد میں سے نہیں تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے

ان کے اس شرک پرلڑائی کی۔

لہٰذا اسلام کے ہر مدعی پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کے اندر بصیرت اور تفقہ (گہری سمجھ بوجھ) حاصل کرے، اور قبر والوں سے تعلق قائم کرنے، اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکارنے، ان سے فریاد کرنے، ان کے لیے نذر ماننے اور ان کے لیے جانور ذبح کرنے سے احتراز کرے، اور یہ کہ یہی جاہلیت کا شرک ہے، جیسا کہ بعض لوگ یہی کام سید بدوی، یا سید حسین، یا عراق میں شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کی قبر کے پاس کرتے ہیں، یہ سب کے سب اللہ کے ساتھ شرک ہے جائز نہیں ہے، نہ تو یہ حسین کے ساتھ جائز ہے، نہ بدوی کے ساتھ، نہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ، نہ شام میں ابن عربی کے ساتھ، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور انسان کے ساتھ۔ بلکہ عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ (البينة:٥)

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ (الإسراء:٢٣)

''اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔''

یعنی اس نے حکم دیا ہے اور وصیت کی ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ﴾ (البقرة:٢١)

''اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِ لَّا لِیَعْبُدُوْ نِ ﴾ (الذاریات:٥٦)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''.

یہی اصل دین اور ملت کا اساس ہے اور یہی سب سے بڑا واجب اور سب سے اہم واجب ہے کہ تو اپنی دعا، اپنی نذر و نیاز، اپنی قربانی، اپنی نماز اور اپنے روزہ وغیرہ کے ذریعہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کر، نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَا تِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَا یَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُ مِرْتُ وَ اَنَا اَوَّ لُ ا لْمُسْلِمِیْنَ﴾ (الأنعام:١٦٢-١٦٣)

''آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

نسک کا اطلاق ذبح پر ہوتا ہے اور عبادت پر بھی ہوتا ہے، پس جس طرح نماز اللہ کے لیے ہے، اسی طرح ذبح بھی اللہ کے لیے ہے، لہٰذا جن کے لیے جانور ذبح کیا جائے، یا اصحاب قبور، یا درختوں اور پتھروں کا ذبیحے کے ذریعہ تقرب حاصل کیا جائے، یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے، اسی طرح ان کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی شرک ہے، جو آدمی کسی قبر پر کھڑے ہو کر ''المدد'' کہتا ہے، یا انہیں قریب سے پکارتا ہے: اے سیدی بدوی!، یا اے سیدی حسین! المدد المدد، یا اے سیدی عبد القادر! المدد المدد، یہ شرک اکبر ہے، یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْ عُوْا مَعَ اللّٰهِ اَ حَدًا ﴾ (الجن:١٨)

''اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

اس آیت میں ''أحداً'' کا لفظ عام ہے جو انبیاء اوران کے علاوہ دیگر لوگوں کو شامل ہے۔ وہ نہی کے سیاق میں نکرہ واقع ہوا ہے جو انبیاء، فرشتوں اور جن وانس سبھی کو اپنے عموم میں سمیٹے ہوئے ہے۔ نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (يونس:١٠٦)

''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

یعنی مشرکین میں سے ہو جاؤ گے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المؤمنون:١١٧)

''جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے والوں کو'' کافر'' کہا ہے، اگر چہ وہ یہ کہتے پھریں کہ ہم انہیں الہ (معبود) کا نام نہیں دیتے ہیں، اور خواہ وہ یہ کہیں کہ: ہم انہیں سادۃ (سردار) کہتے ہیں، یا ہم انہیں اولیاء کہتے ہیں، وہ لوگ جب بھی انہیں پکاریں یا ان سے فریاد کریں تو انہوں نے انہیں معبود بنالیا، اگر چہ وہ انہیں معبود کا نام نہ دیں، کیونکہ ناموں کا اعتبار نہیں ہوتا ہے بلکہ حقائق (امر واقع) کا اعتبار ہوتا ہے۔

چنانچہ جو شخص اللہ کی بجائے کسی کی عبادت کرتا اور اس سے فریاد طلب کرتا ہے، تو اس نے اس کو الہ (معبود) بنا دیا، اگر چہ اسے الہ (معبود) کا نام نہ دے، اور اگر چہ وہ کہے کہ: وہ سید ہے، یا وہ ولی

ہے، یا وہ اس طرح یا اس طرح ہے، یا کوئی دوسرا نام لے، کیونکہ امور کے اندر حقائق اور معانی کا اعتبار ہوتا ہے، الفاظ کا نہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے سبھی مسلمان بھائیوں کو ہدایت دے، نیز ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ حق سے نا آشنا کی ہدایت کی طرف رہنمائی کرے، اور مسلمانوں کے اندر علمائے حق اور علمائے ہدایت کی تعداد زیادہ کرے، تاکہ وہ لوگوں کو بصیرت سے آشنا کریں، اور انہیں اللہ کی توحید اور اس حق کی طرف رہنمائی کریں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، نیز ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ جاہل کی اس بات کی طرف رہنمائی کرے کہ وہ علم حاصل کرے، سوال کرے، آگاہی اور بصیرت حاصل کرے، اور اندھی تقلید پر راضی نہ ہو، سبھی وہ لوگ جو قبروں سے رابطہ رکھتے ہیں، یا قبروں کو پکارتے ہیں، یا اللہ کے احکام سے نا آشنا ہیں، ان سب کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ علمائے حق، علمائے سنت اور اہل بصیرت سے سوال کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل:٤٣)

''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔''

نیز پیغمبر ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ان لوگوں سے جنہوں نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تھا، فرمایا: ''جب انہیں علم نہیں تھا تو انہوں نے دریافت کیوں نہیں کیا، نہ جاننے کا علاج سوال (دریافت) کرنا ہی ہے۔'' (احمد، ابوداود)

جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول ﷺ بشر نہیں ہیں:

جس(۱) آدمی کا انتقال اس عقیدے پر ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں یعنی آدم علیہ

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۳۱۹/۵).

السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، یا آپ کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہے تو یہ کفریہ عقیدہ ہے اوراس کا اعتقاد رکھنے والا کافر کفر اکبر کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ آپ کو پکارتا، یا آپ سے استغاثہ کرتا، یا آپ کے لئے، یا آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء وصالحین، یا جنات، یا فرشتوں، یا بتوں کیلئے نذر مانتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ یہ کام پہلے مشرکین جیسے ابوجہل اوراس کے ہم مثل لوگوں کے اعمال کے قبیل سے ہے۔

اور جس کا انتقال اس عقیدے پر ہوگا اس کو نہ غسل دیا جائے گا، نہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور نہ ہی اس کو مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ ہی اسکے لئے دعا کی جائے گی اور نہ ہی اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَن يَسْتَغْفِرُواْ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُواْ أُوْلِي قُرْبَى مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ (سورة التوبة :١١٣)

" پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔"

رسول ﷺ کا اپنے اوپر سلام پڑھنے کے لیے آنے والے کو سننا اور دیکھنا:

ابوداود(۱) نے جید سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جو بھی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" (احمد، ابوداود)

اہل علم کی ایک جماعت نے اس حدیث سے اس بات کی دلیل پکڑی ہے کہ جب آپ پر روح لوٹائی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سنتے ہیں۔

جبکہ دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مذکورہ مسئلہ میں بالکل صریح نہیں ہے اور نہ ہی اس

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعة'' (۲/۳۹۴-۳۹۵).

حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آپ پر سلام پڑھتے ہیں، بلکہ حدیث کا ظاہری مفہوم تمام مسلمانوں کیلئے عام ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، لہذا اس دن تم لوگ کثرت سے مجھ پر درود وسلام بھیجو کیونکہ تمہارے درود وسلام کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے درود وسلام آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"بے شک اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔"(اس کی تخریج ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے حسن سند کے ساتھ کی ہے).

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"بے شک اللہ کے کچھ چکر لگانے والے فرشتے ہیں جو مجھ تک میری امت کے درود وسلام کو پہنچاتے رہتے ہیں۔" (نسائی، احمد)

یہ حدیثیں اور اس معنی کی دیگر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے والوں کے درود وسلام کو پہنچایا جاتا ہے،اور ان احادیث کے اندر اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں،لہذا کسی قابل اعتماد اور واضح دلیل کے بغیر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ آپ اس کو سنتے ہیں کیونکہ یہ امور اور اس کے مثل دیگر امور توقیفی ہیں جن میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے،اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ (سورة النساء : ٥٩)

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"

اور جب ہم اس مسئلہ کو قرآن کریم اور صحیح احادیث کی طرف لوٹاتے ہیں تو ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر درود وسلام بھیجنے والوں کے درود وسلام کو سنتے ہیں، حدیث کے اندر اتنا ضرور ہے کہ درود وسلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے، اور بعض احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ فرشتے ہی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ والله سبحانه أعلم.

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر سلام بھیجنے والے کو دیکھتے ہیں تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو۔ مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل دنیا کے حالات اور ان سے رونما ہونے والے حادثات وواقعات کا کوئی علم نہیں رکھتے، کیونکہ مردہ کا تعلق اہل دنیا اور ان کے احوال کی جانکاری سے بالکل کٹ جاتا ہے جیسا کہ اس کی دلیلیں گزر چکی ہیں۔ اور اس باب میں جن حکایات اور خوابوں کو بیان کیا جاتا ہے، اور جو کچھ بعض اہل تصوف اپنے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے اور آپ کے ان کے حالات سے مطلع ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں، اور اسی طرح جو بعض میلادی لوگ اپنے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے کا ذکر کرتے ہیں، تو ان تمام چیزوں کی کوئی صحت نہیں اور نہ ہی اس پر اعتماد و بھروسہ کرنا جائز ہے، کیونکہ شرعی دلیلیں اللہ سبحانہ کے کلام (قرآن مجید) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام (احادیث) اور اہل علم کے محقق اجماع میں محصور ہیں۔

جہاں تک آراء وافکار، حکایات اور قیاسات کا تعلق ہے، تو ان تمام چیزوں کا اس باب میں کوئی

اعتبار نہیں، اور جن چیزوں کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اُن کے اثبات میں اِن میں سے کسی چیز پر بھی اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

نبی ﷺ کی قسم کھانا:

نبی (۱) کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے علاوہ دیگر مخلوقات کی قسم کھانا عظیم منکر اور محرماتِ شرکیہ میں سے ہے اور کسی کے لئے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت میں اور اس کے شرک ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں جیسا کہ صحیحین میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جسے قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ " (بخاری ومسلم)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: " جس کو قسم کھانا ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔ " (احمد، ابوداود، ترمذی)

ابوداود اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: " جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا۔ " (ابوداود، ترمذی)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں۔ " (ابوداود، احمد)

اس باب سے متعلق احادیث بہت زیادہ اور معروف ومشہور ہیں۔

لہٰذا مذکورہ احادیث اور ان کے علاوہ دیگر احادیث کی بنا پر تمام مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم کھائیں اور کسی شخص کیلئے غیر اللہ کی قسم کھانی

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۳/۱۴۴).

جائز نہیں چاہے وہ جو بھی ہو۔

حیات خضر اوران کی جگہ:

خضر(1) ایک طویل زمانے سے مر چکے ہیں، اور درست بات یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی وفات پا چکے ہیں، اور وہ ایک نیک آدمی تھے۔ جبکہ اہل علم کی ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ وہ ایک نبی تھے، اور قرآن کریم کے ظاہر سے یہی بات راجح ترین معلوم ہوتی ہے، مگر ان کی قبر کا پتہ نہیں ہے، اور اگر پتہ بھی چل جائے تو ان کے بارے میں غلو کرنا، ان کے لیے نذر ماننا، اللہ کی بجائے ان کو پکارنا، ان سے تبرک لینا اور ان کی قبر پر تعمیر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عظیم منکر کام ہے۔

بلکہ خضر کے لیے نذر ماننا یا اللہ کی بجائے ان کو پکارنا شرک اکبر میں سے ہے، جیسے کہ انبیاء وصالحین کو پکارنا اور ان سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ (الجن:١٨)

''پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المؤمنون:١١٧)

''جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔''

لہٰذا کسی مرد وعورت کے لیے خضر کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا، ان کے لیے نذر ماننا اور ان کی مزعومہ قبر کا طواف کرنا جائز نہیں ہے، یہ سب کے سب ناجائز بلکہ شرک اکبر میں سے ہیں، ان کو

(1) ''نور علی الدرب، للإمام ابن باز'' د/ الشویعر (٢/ ٨٥-٨٦).

پکارنا، ان کے لیے نذر ماننا، ان سے فریاد کرنا شرک اکبر میں سے ہے، اور اس قبر کا طواف کرنا جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ خضر کی قبر ہے، یا کسی دوسرے کی قبر کا طواف کرنا، اس قبر والے سے ثواب مانگتے ہوئے یا فائدہ طلب کرتے ہوئے، شرک اکبر ہے۔

لہٰذا اس قبر پر آنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اسے ترک کردے اور اس سے احتراز کرے، نیز اگر وہاں مسلم حکومت ہے تو اس پر واجب ہے کہ اسے منہدم کر کے مٹا دے؛ کیونکہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے جس کی کوئی صحت نہیں۔

رافضہ کا جشن اور ان کا اہل بیت سے فریاد کرنا:

یہ (۱) ایک گھناؤنی اور ناپسندیدہ بدعت ہے جس کا ترک کرنا واجب ہے، اور اس میں شرکت کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے اندر پیش کئے جانے والے کھانے کا تناول کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور غیر اہل بیت میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کام نہیں کیا ہے، اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: " جس نے ہمارے امر (دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔ " (بخاری ومسلم)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر (شریعت) کے موافق نہیں ہے تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔'' (مسلم)

اس معنیٰ کی اور بہت سی حدیثیں ہیں۔

البتہ رہا مسئلہ مُردوں اور اہل بیت سے فریاد کرنے کا تو اہل علم کے اجماع کے مطابق یہ شرک اکبر ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المومنون: ۱۱۷)

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۸/۳۲۰-۳۲۱).

’’جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اسکے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔‘‘

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن:۱۸)

’’اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کیلئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔‘‘

اور اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَومِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاء وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴾ (الأحقاف:۵-۶)

’’اور اس سے بڑھکر گمراہ کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔ اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔‘‘

نیز اللہ سبحانہ فرمایا:

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾ (فاطر: ۱۳-۱۴)

’’وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے، ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے، یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے، جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو

وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

اس معنیٰ کی آیتیں بہت زیادہ ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الدعاء هو العبادة))

''دعا ہی عبادت ہے۔'' [احمد، ابوداود]

اور امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ:

''آپ ﷺ نے غیر اللہ کے لئے ذبیحہ پیش کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔'' (صحیح مسلم)

لہذا تمام شیعہ اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں پر عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا، اور غیر اللہ سے استغاثہ کرنے ،مُردوں اور غائب لوگوں کو پکارنے سے بچنا ضروری ہے، چاہے وہ اہل بیت میں سے ہوں یا ان کے علاوہ سے۔

توسل اور وسیلہ(*)

وسیلہ کی تین قسمیں ہیں:

ایک قسم توسل مشروع ہے، جس سے مراد اللہ کی توحید، اس پر ایمان، اعمال صالحہ اور اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ لینا ہے۔

دوسری قسم توسل شرکی ہے، اور وہ مردوں کو پکار کر اللہ کی طرف وسیلہ لینا ہے...

تیسری قسم ناجائز توسل بدعی ہے، اور وہ فلاں کے حق یا فلاں کے جاہ کے ذریعہ وسیلہ لینا ہے۔

توسل مشروع:

ایمان، عمل صالح اور اللہ عزوجل کی مشروع کردہ تمام چیزوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنا مشروع وسیلہ ہے، اور یہی مفہوم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان میں مراد ہے:

﴿ یَآ یُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾(المائدۃ:٣٥)

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو۔''

یعنی اس کی اطاعت، جیسے نماز، روزہ، صدقہ، حج اور اللہ کے لیے عبادت خالص کر کے اس کی قربت تلاش کرو۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ﴾(الإسراء:٥٦)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو۔'' یعنی اللہ کے سوا بتوں، درختوں، پتھروں، انبیاء وغیرہ کو جو معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکار کر دیکھو۔

﴿فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا﴾ (الإسرا:٥٦)

''لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔''

(*) ''نور علی الدرب، للإمام ابن باز'' د/الشویعر (٢/١١١-١١٧).

یعنی وہ لوگ جنہیں پکارا جار ہا ہے اپنے پکارنے والوں کی کسی تکلیف جیسے بیماری، یا جنون، یا کسی دوسری تکلیف کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

﴿ وَ لَا تَحْوِيلًا ﴾ ''اور نہ ہی بدل سکتے ہیں۔'' یعنی: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف، سختی سے آسانی کی طرف، یا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف بدلنے کے مالک نہیں ہیں، بلکہ وہ اس سے عاجز و بےبس ہیں، یہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ ﴾ (الإسراء:٥٧) ''جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں۔''

یعنی وہ انبیاء وصالحین، یا فرشتے جنہیں یہ مشرک لوگ پکارتے ہیں۔

﴿ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الوَسِيلَةَ ﴾ (الإسراء:٥٧) ''وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ اللہ سے وسیلہ طلب کرتے ہیں، اور وہ اس کی اطاعت جیسے نماز، روزہ اور صدقات وغیرہ کے ذریعہ اس کی قربت تلاش کرنا ہے، اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اسی لیے وہ عمل کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں کوشاں رہتے ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔

لہٰذا اس وسیلہ کا مطلب اللہ کے حق کو انجام دینا ہے یعنی اس کی توحید کو ماننا اور اوامر کی بجاآوری کرکے اور منہیات سے اجتناب کرکے اس کی اطاعت کرنا، اور یہی وسیلہ ایمان، ہدایت اور تقویٰ ہے، اور یہی وہ قول وعمل ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ یہ وسیلہ واجبات میں سے ایک واجب اور مستحبات میں سے ایک مستحب ہے۔ پس اللہ کی توحید، اس کے لیے اخلاص، نماز قائم کرکے، زکوٰۃ کی ادائیگی کرکے، رمضان کا روزہ رکھ کر اور خانۂ کعبہ کا حج کرکے اس کی طرف وسیلہ تلاش کرنا ایک لازمی اور ضروری امر ہے، اسی طرح نافرمانی اور گناہوں کو ترک کرکے اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈنا بھی ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔

نیزنفلی عبادات جیسے کہ نفلی نماز،نفلی روزہ،نفلی صدقہ اور بکثرت ذکرالٰہی کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا بھی مستحب، نیکی اور اطاعت ہے،اوراسے اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات کے اسباب میں سے قرار دیا ہے۔

یہی شرعی وسائل ہیں،جیسا کہ غار والوں کے قصہ میں ہے،جنہوں نے رات گذارنے اور بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی اوراس میں داخل ہوگئے،تو ان کے اوپر ایک چٹان آگئی اور غار کے منہ کو بند کردیا، وہ آپس میں کہنے لگے: اس مصیبت سے تمہیں اسی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو،لہٰذا اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ سے دعا کرواوراس کی طرف متوجہ ہو، چنانچہ ان میں سے ایک نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعہ اپنے رب سے دعا کی اور سوال کیا، دوسرے نے عورت پر قدرت رکھنے کے باوجود زنا سے پاکدامنی کو اللہ کی طرف وسیلہ بنایا،اور تیسرے نے امانت کی ادائیگی کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا کہ اس کے پاس ایک مزدور کی مزدوری تھی جسے وہ بڑھاتا رہا، پھر جب وہ مزدور اپنی مزدوری لینے آیا تو اسے سب کچھ دیدیا، چنانچہ اس نیک عملی وسیلہ کے ذریعہ ان کے اوپر سے چٹان ہٹ گئی، یہ اللہ تعالیٰ کے لطف واحسان اوراس کی عظیم آیات میں سے ہے کہ اس نے ان کی پریشانی کو دور کردیا اوراس چٹان کا غار کے منہ کو بند کردینے کوان کے لیے ان اعمال کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کا سبب بنادیا، نیز لوگوں کو اعمال صالحہ کی فضیلت معلوم ہوجائے،اور یہ کہ وہ پریشانیوں کو دور کرنے اور معاملات کو آسان کرنے کے اسباب میں سے ہے،اور یہ کہ بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے غضب اوراس کی سزا کے اسباب سے اجتناب کرے، جب وہ نافرمانی اور گناہ پر اقدام کرے تو وہ ڈر جائے اوراس سے دور رہے،اور جب نیکی اور بھلائی پر قادر ہو تو اسے کرگزرے۔

جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کا عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ توسل کا تعلق ہے تو یہ عباس رضی اللہ عنہ

کی دعا کے ذریعہ توسل تھا۔ کیونکہ جب لوگ قحط سالی سے دوچار ہوتے تھے، تو نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش کا سوال کرتے تھے، لوگ آپ کے پاس دوڑ کر آتے تھے اور کہتے: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بارش طلب کیجیے، مال واسباب تباہ ہو گئے، اور راستے کٹ گئے، یعنی قحط کے سبب، چنانچہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرتے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ بندوں کو بارش سے سیراب کرے، تو اللہ تعالیٰ انہیں بارش سے نوازتا تھا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ قحط سالی سے دوچار ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! جب نبی ﷺ ہمارے درمیان تھے تو ہم تیری طرف اپنے نبی کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے، تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اور اب ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کی دعا کو وسیلہ بناتے ہیں، پس تو ہمیں بارش سے سیراب کر، اے عباس! کھڑے ہوں اور ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں، چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان کے لیے دعا کی اور بارش طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سیراب کیا۔ عباس نبی ﷺ کے چچا ہیں اور یہ عباس رضی اللہ عنہ کی دعاء کا توسل ہے، جس طرح کہ وہ نبی ﷺ کی زندگی میں آپ کی دعاء کا وسیلہ لیتے تھے، اس سے پتہ چلا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ذریعہ استغاثہ نہیں کیا جاسکتا، اور آپ سے مدد نہیں طلب کی جاسکتی، کیونکہ آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے، آپ کا دنیا سے متعلق عمل ختم ہو چکا، اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ لوگوں کو بارش سے نوازے، چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے لوگوں کو باران رحمت سے سیراب کیا۔

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں یزید بن الاسود سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کریں، چنانچہ یزید کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا، تو اللہ نے لوگوں کو بارش سے سیراب کیا۔ اس میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں ہے۔ ولی الامر (حاکم)، یا مسجد کا خطیب کسی عالم سے یا نیک آدمی سے کہے کہ: اے فلاں! مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ

اللہ تعالیٰ انہیں بارش سے سیراب کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور جیسا کہ معاویۃ نے یزید بن الاسود کے ساتھ کیا، اسی طرح انسان یہ دعا کرے: اللهم إني أسألك بأسمائك الحسنى، وصفاتك العلى، أن تغيثنا وأن ترحمنا، وأن تغفرلنا. (اے اللہ! میں تیرے اسمائے حسنیٰ اور بلند و بالا صفات کے واسطے سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو ہمیں بارش سے نواز، ہم پر رحم فرما اور ہمیں بخش دے)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔''

لہٰذا آپ اور اسی طرح آپ کے علاوہ دوسرے بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا وسیلہ اپناتے ہوئے سوال کریں اور قحط سالی وغیرہ میں مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

ممنوع توسل:

مردوں کی دعا اور مردوں سے استغاثہ کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ لینا، یہ شرکیہ وسائل ہیں، جنہیں مشرکین وسیلہ کا نام دیتے ہیں، حالانکہ یہ درحقیقت شرک اکبر ہیں، اور یہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان میں مراد ہیں:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [یونس:۱۸]

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر:۳)

''اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی

عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔"

یعنی کہتے ہیں کہ: ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں، تو انہوں نے اس معنی کے اعتبار سے انہیں وسیلہ بنایا تھا، یعنی ان سے سوال اور دعا کرنے، ان سے شفاعت، دشمنوں پر نصرت اور بیماروں کی شفایابی وغیرہ طلب کرنے کا وسیلہ بنایا تھا۔

اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس طرح وہ ان کے لیے وسیلہ بن جائیں گے، جبکہ یہی شرک اکبر ہے، اور یہی مشرکین کا دین ہے، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی عافیت طلب کرتے ہیں، کیونکہ مشرکین کا گمان ہے کہ: ان کا انبیاء، فرشتوں، صالحین اور جنوں کی عبادت کرنا ان کے مقاصد کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اور یہ کہ یہ معبودات (پرستش کیے جانے والے) اللہ کے پاس ان کے لیے سفارش کریں گے اور انہیں اللہ کے قریب کردیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم کو باطل قرار دیا اور انہیں اس بابت جھٹلا دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے بعد: ﴿وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہُمۡ وَ لَا یَنۡفَعُہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ ہٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰہِ﴾ "اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔" [یونس:١٨]

ان کے حق میں فرمایا: ﴿قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴾

"آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔"

اور سورۂ زمر کی آیت میں: ﴿وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا

لِيُقَرِّبُونَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی ﴾ (الزمر:۳) ''اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ جھوٹا قرار دیا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (الزمر:۳)

''یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا سچا فیصلہ اللہ خود کرے گا جھوٹے اور نا شکرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے اس قول میں کہ: ''یہ بزرگ ہمیں اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک رسائی کرادیں گے'' جھوٹا قرار دیا ہے اور ان کے اس عمل یعنی انہیں پکارنے، ان سے فریاد کرنے اور ان کے لیے نذر ماننے کے سبب انہیں کافر قرار دیا ہے۔

تمام مکلفین بلکہ تمام لوگوں پر اس وسیلہ سے احتراز کرنا واجب ہے، نہ تو اسے مکلّف اپنائے اور نہ ہی غیر مکلّف، بلکہ مکلّف پر واجب وضروری ہے کہ اس سے خود احتراز کرے اور غیر مکلّف جیسے کہ اپنی اولاد کو بھی اس سے آگاہ کرے۔ لہٰذا صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے گی، اور اسی کو پکارا جائے گا، اسی سے امید رکھی جائے گی اور اسی سے دشمنوں پر مدد، بیماروں کے لیے شفایابی اور اس کے علاوہ بندوں کے دیگر حاجات طلب کیے جائیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (الذاریات:۵۶-۵۷)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ نہ

میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ مجھے کھلائیں۔اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرة: ٢١)

''اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (الأعراف:١٨٨)

''آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔''

آپ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، اللہ کے سوا معبود نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ کے ساتھ معبود ہیں۔

نیز اللہ جل وعلا نے ارشاد فرمایا:

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ (الجن: ١٨-١٩)

اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر پل پڑیں۔''

اے محمد! آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ:

﴿ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴾ (الجن:١٩)

''میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

﴿قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ﴾ (الجن:٢١-٢٣)

''کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا البتہ میرا کام اللہ کی بات اور اس کے پیغامات (لوگوں کو) پہنچا دینا ہے۔''

بلکہ یہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہی نفع ونقصان کا مالک ہے، دینا اور روکنا، بیماریوں سے شفایابی، دشمنوں پر فتح ونصرت صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

ممنوع بدعی توسل:

فلاں کے جاہ ومنصب، اور فلاں کے حق کا وسیلہ لینا، یہ وسیلہ ممنوع ہے، لیکن شرک اکبر نہیں ہے، بلکہ یہ شرک کے وسائل وذرائع میں سے ہے، جیسے کہ یہ کہنا: اللهم إني أسئلك بجاه محمد، بجاه فلان، وحق أنبيائك (اے اللہ! میں محمد ﷺ کی جاہ، فلاں کی جاہ اور تیرے انبیاء کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں)، ایسا کہنا جائز نہیں ہے، یہ بدعت ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔''

رسول ﷺ سے توسل کا مشروع طریقہ:

رسول (۱) صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی اتباع اور محبت، آپ کے اوامر کی اطاعت اور آپ کی منع کردہ چیزوں کو ترک کر کے اور اللہ تعالیٰ کیلئے عبادت کو خالص کر کے، وسیلہ پکڑنا یہی اسلام ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کے ساتھ اس نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا، اور یہ ہر مکلّف پر واجب ہے۔ نیز یہی دنیا وآخرت کی سعادت وخوش بختی کا ذریعہ ہے۔

رسول ﷺ سے شرکیہ وسیلہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا مانگنے، آپ سے فریاد طلب کرنے، دشمنوں کے خلاف آپ سے مدد طلب کرنے، اور بیماروں کیلئے شفا طلب کرنے کا وسیلہ لینا، تو یہی شرک اکبر ہے اور یہی ابوجہل اور اس کے ہم مثل بت پرستوں کا دین ہے، اور اسی طرح آپ کے علاوہ دیگر انبیاء واولیاء، یا جنوں، یا فرشتوں، یا درختوں، یا پتھروں، یا بتوں کیساتھ ایسا ہی کرنا، شرکیہ وسیلہ کے زمرے میں آتا ہے۔

رسول ﷺ سے بدعی وسیلہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ ومرتبہ، یا آپ کے حق یا آپ کی ذات سے وسیلہ پکڑنا، مثال کے طور پر انسان یہ کہے کہ: اے اللہ! میں تیرے نبی کے واسطے سے، یا تیرے نبی کے جاہ ومنصب کے واسطے سے، یا تیرے نبی کے حق کے واسطے سے، یا نبیوں کے جاہ ومنصب کے واسطے سے، یا نبیوں کے حق کے واسطے سے، یا اولیاء وصالحین کے جاہ ومنصب کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور اس طرح کی دیگر باتیں کہنا، تو یہ بدعت ہے اور شرک کے وسائل و ذرائع میں سے ہے، اور اس طرح نہ آپ ﷺ کے ساتھ کرنا جائز ہے اور نہ آپ کے علاوہ

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۳۲۲/۵-۳۲۳).

کسی دوسرے کے ساتھ، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے مشروع نہیں کیا ہے، حالانکہ عبادات توقیفی ہوتی ہیں ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہوتی مگر جس پر شریعت مطہرہ کا مہر ثبت ہو۔

رہا مسئلہ اندھے شخص کا آپ ﷺ کی زندگی میں آپ سے وسیلہ پکڑنے کا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا کریں اور اس کی بینائی کے واپس ہونے کی اللہ کے پاس سفارش کریں۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، یا جاہ، یا حق کا وسیلہ پکڑنا نہیں ہے جیسا کہ حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ علمائے سنت (حدیث) نے اس حدیث کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے۔

اور یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر زندہ لوگوں کے ساتھ بھی جائز ہے، جیسے آپ اپنے بھائی یا باپ سے یا جس کے بارے میں آپ کو خیر کا گمان ہو اس سے کہیں کہ: آپ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بیماری سے شفا دے، یا میری بینائی واپس کر دے، یا مجھے صالح اولاد عطا فرمائے، یا اس طرح کے دیگر امور، تو یہ درست ہے اور اس کے جواز پر اہل علم کا اجماع ہے.

جادوگروں اور کاہنوں سے سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا(*)

بلاشبہ جادوگر، نجومی، اور رمّال (ریت پر لکیر کھینچ کر آئندہ کے احوال معلوم کرنے والے) کی باتوں کی تصدیق کرنا اور ان سے کوئی چیز دریافت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ غیب کی باتوں کا دعویٰ ایسی چیزوں کے ذریعہ کرتے ہیں جنہیں وہ خود گڑھتے ہیں اور ان کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جیسے زمین پر لکیر کھینچنا، یا کنکری پھینکنا (مارنا)، یا ہتھیلی پڑھنا، یا فلان اور فلان ستارے کے بارے میں سوال کرنا، اور یہ کہ اس کی وجہ سے اتنے اور اتنے لوگ مریں گے، یا وہ اس کے ماں باپ کا نام بتاتے ہیں، اور یہ کہ جب وہ فلاں وقت میں تھا تو اس طرح تھا، حالانکہ یہ سبھی چیزیں باطل ہیں، اور وہ نجومیوں، کاہنوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے اعمال میں سے ہیں، لہٰذا ان کی تصدیق کرنا جائز ہے اور نہ ہی ان سے سوال کرنا، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کاہن ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ان کے پاس مت جاؤ۔'' انہوں نے کہا: ہم میں سے کچھ لوگ بدشکونی لیتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے کوئی آدمی اپنے دل میں پاتا ہے، لہٰذا وہ تمہیں (تمہارے کام سے) نہ روکے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا، تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔'' (صحیح مسلم)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جو شخص کسی نجومی یا غیب دانی کے مدعی کے پاس آیا اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی، تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ چیز کا انکار کیا۔"

(*) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعة'' للإمام ابن باز (۸/۱۲۵-۱۳۰).

(احمد، ابوداود)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدشگونی شرک ہے۔'' (احمد،ابوداود) آپ نے اسے تین بار کہا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ یہ تمام امور جاہلیت کے اعمال میں سے ہیں جن سے اجتناب کرنا اور آگاہ رہنا ضروری ہے، اور یہ کہ ایسا کرنے والوں کے پاس نہ جایا جائے، نہ ان سے سوال کیا جائے اور نہ ہی ان کی تصدیق کی جائے، کیونکہ ان کے پاس جانا اور اس سلسلے میں ان سے سوال کرنا، ان کی شان کو بلند کرنا ہے، اور یہ ملک میں ان کے معاملہ کو عام کرنے اور لوگوں کے ان کے بے بنیاد باطل امور کی تصدیق کرنے کا سبب بنتا ہے، نیز یہ بعض لوگوں کے شرک میں واقع ہونے اور کئی طرح کے باطل امور اور منکر چیزوں کے ارتکاب کا سبب بنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ: شیطان چوری چھپے آسمان سے باتیں سن لیتے ہیں، چنانچہ وہ آسمان سے فرشتوں کی بات چیت (گفتگو) سے ایک بات سنتے ہیں اور اس میں سو جھوٹ ملا دیتے ہیں، تو لوگ اس چرائی ہوئی بات کی وجہ سے ان کی اس جھوٹ کی تصدیق کرتے ہیں۔

لہٰذا حکام پر واجب ہے کہ ان کی تردید کریں اور شرعی اعتبار سے وہ جس سزا کے مستحق ہیں، انہیں وہ سزا دیں۔

اس سے بھی عظیم تر گناہ والا وہ شخص ہے جو علم غیب کا دعویٰ کرے، لہٰذا ایسے شخص سے (پہلے) توبہ کرایا جائے گا، اگر وہ اس سے توبہ کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کافر ہونے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے گا، اور اسے غسل دیا جائے گا نہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے گا، کیونکہ غیب کا علم اللہ سبحانہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔

اور جب جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے بارے میں سائل سے زیادہ مسؤول نہیں جانتا۔'' یعنی نہ میں اسے جانتا ہوں اور نہ آپ ہی۔

اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّى لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوءُ إِنْ أَنَاْ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (سورة الأعراف :١٨٧-١٨٨)

''یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا، وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی، وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

نیز اللہ سبحانہ نے فرمایا: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (سورة النمل: ٦٥)

''کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟''

نیز اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا إِلَى رَبِّكَ مُنتَهَاهَا إِنَّمَا

أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخشَاهَا﴾ (سورة النازعات : ٤٢-٤٥)

"لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت دریافت کرتے ہیں۔ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق؟ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے۔ آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں۔"

اس معنی کی اور بھی بہت ساری آیتیں ہیں.

اسی طرح جادوگر بھی علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں، نیز ان کا کام لوگوں پر ان کے معاملے کو مشتبہ بنانا ہے، لہٰذا صحیح قول کے مطابق انہیں بغیر توبہ کے قتل کرنا واجب ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تین جادوگروں کا انکشاف ہوا اور ان کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا، کیونکہ علم غیب کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ ان کا ضرر بہت عظیم ہے، چنانچہ وہ لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔

اور ان کے گندے کاموں میں سے: **صرف** (ایسا جادوئی عمل جس کے ذریعہ عورت کو اس کے شوہر سے اور شوہر کو اس کی بیوی سے متنفر کر دیا جائے)، **عطف** (ایسا جادوئی عمل جس کے ذریعہ بیوی کو شوہر کی نظر میں یا شوہر کو بیوی کی نظر میں محبوب بنا دیا جائے)، میاں بیوی اور رشتے داروں کے درمیان تفریق پیدا کرنا ہے، جسے وہ جادو کے انواع واقسام کے اعمال کر کے انجام دیتے ہیں جس سے تمام لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے نزدیک مبغوض وقابل نفرت بنا دیتا ہے، اسے وہ جن وشیاطین سے حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان کی خدمت کرتے ہیں، چنانچہ جن (جادوگر) انسان کی خدمت کرتا ہے اور انسان (یعنی جادوگر) جن کی خدمت کرتا ہے، جن جادوگر انسان کی خدمت اسے نزدیک اور دور کے ملکوں میں رونما ہونے والے بعض واقعات کی خبر دے کر اور لوگوں پر ظلم کرنے میں اس کی مدد کر کے کرتا ہے، جبکہ انسان جنوں کی خدمت اللہ کے ماسوا ان کی عبادت کر کے، ان سے دعائیں کر کے، انکے

لئے نذر مان کر اور ان کے لیے ذبیحہ پیش کر کے، اور اسی طرح کے دیگر اعمال کے ذریعہ کرتا ہے.

اور یہی بعض کا بعض سے وہ فائدہ اٹھانا ہے جو اللہ تعالی کے اس فرمان میں مذکور ہے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الإِنسِ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ الإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِيَ أَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلاَّ مَا شَاءَ اللّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَليمٌ﴾ (الأنعام:١٢٨)

''اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لئے جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آ پہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین فرمائی، اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔"

لہٰذا ارباب اقتدار واختیار امراء وعلماء پر واجب ہے کہ ایسی برائیوں کا قلع قمع کریں جو بعض ملکوں میں نجومیوں، کاہنوں اور جادوگروں کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں اور اسی طرح ان پر ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کو مقرر کریں جو ان کے بارے میں چھان بین کریں تا کہ ان کا خاتمہ کیا جا سکے، چنانچہ جو قتل کا مستحق ہو اسے قتل کیا جائے اور جو قید کا مستحق ہو اسے قید کیا جائے تا کہ لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ اور ان کی پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ انکا وجود بہت بڑے شر اور عظیم خطرے کا سبب ہے۔

ان میں سے بعض طب عربی کے ذریعے لوگوں کا علاج ومعالجہ کرتے ہیں، حالانکہ وہ لوگوں پر کذب بیانی سے کام لیتے ہیں تا کہ وہ شعبدہ بازی، جنوں کی خدمت اور اللہ کو چھوڑ کر جنات کی عبادت کے ذریعے لوگوں کا علاج کرے، چنانچہ وہ ایک مرتبہ کامیاب ہوتا ہے اور سو مرتبہ ناکام۔

اور یہ تمام چیزیں تدلیس، جعلسازی، لوگوں کو دھوکہ دینا اوران کے درمیان شر و برائی کو داخل کرنا ہے، چنانچہ بعض کہتے ہیں: اپنی ماں کا نام بتاؤ، فلاں فلاں چیز لاؤ، میں آپ کی بیماری کو جانتا ہوں اور میں اس کی مناسب دوا دیتا ہوں، پھر وہ اس طرح لوگوں سے بہت زیادہ مال اینٹھتے ہیں اور انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاتے، اور اگر وہ جادوگر انہیں فائدہ بھی پہنچائیں تب بھی یہ چیز ان کے پاس جانے، ان سے سوال کرنے اوران کی تصدیق کرنے کو جائز نہیں ٹھہراتی ہے، شیطان کو بیماری کے دوا کی معرفت ہوسکتی ہے لیکن اس کا شراور خطرہ بہت ہی عظیم اور سنگین ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بسا اوقات ان سے استفادہ کرنا ان کے پاس جانے اوران سے سوال کرنے کا وجہ جواز نہیں بن سکتا، گرچہ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ انہیں فائدہ پہنچاتے ہیں اور طب شعبی (دیسی دوائیوں) کے ذریعے بیماری کا علاج کرتے ہیں، جب کہ ان کے بارے معروف ہے کہ وہ کاہن، یا جادوگر، یا شعبدہ باز ہیں، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''جس نے بدشگونی لی یا اس کے لئے بدشگونی لی گئی یا کہانت کی یا اسکے لئے کہانت کی گئی یا اس نے جادو کیا یا اس کے لئے جادو کیا گیا، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے، اور یہ لوگ دور جاہلیت میں موجود تھے۔ چنانچہ اہل جاہلیت اپنی نادانی اور گمراہی کیوجہ سے ان کے پاس فیصلہ کرانے جاتے اور ان سے علم غیب کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو، ان کے لیے شرعی احکام مقرر کرکے، اوران کے لیے شرعی جھاڑ پھونک (دم) کو جائز قرار دے کر، نیز دعاؤں اور جائز دواؤں کو مشروع قرار دے کر، ان تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ کی کتاب اوراس کے نبی ﷺ کی سنت نے اس چیز کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شریعت کو لوگوں کے بیچ حاکم اور فیصل بنایا ہے جس کی جانب وہ ہر چیز میں رجوع کرتے ہیں، لہٰذا انہیں کاہنوں، شعبدہ بازوں، نجومیوں اور جادوگروں کی کوئی ضرورت نہیں

جوایسی چیزیں سیکھتے ہیں جن سے وہ لوگوں کونقصان پہنچاتے ہیں اوران کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرتے ہیں، اور حقیقت میں وہ اللہ کے حکم کے بغیراس کے ذریعے کسی کونقصان نہیں پہنچاسکتے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ﴾ (سورة البقرة :۲: ۱۰۲)

''اوراس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے۔سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت وماروت دوفرشتوں پر جواتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کواس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند وبیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کوکوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے۔''

چنانچہ یہ جادوئی چیزیں کبھی واقع ہوتی ہیں، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اجازت اورمشیئت سے، اس کی بادشاہت اورملک میں کوئی ایسی چیز واقع نہیں ہوسکتی جسے اللہ عزوجل نہ چاہے، اورجب یہ چیزیں اللہ کی مشیئت اوراس کی تقدیر سے جاری ہوتی ہیں، تو ضروری ہے کہ ہم اللہ کی تقدیر کا علاج ومعالجہ اس کی تقدیر سے ہی کریں۔ نیز واجب ہے کہ ہم ہرقسم کے شرک ومعاصی سے جنگ کریں، یہ جانتے ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی چیز بغیر اللہ کی مشیئت کے وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ مگر اللہ نے ہمارے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ ہم ان سے جنگ کریں اوران سے دوری اختیار کریں، نیز ان میں شرعی حدود کو قائم کیا جائے۔

جادو کو چھڑانے کیلئے جادوگر کی مدد لینا:

کسی (۱) بھی معاملے میں جادوگروں سے مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اگر ان کے بارے میں جادو کا کام کرنا ثابت ہو جائے تو حکومت کی جانب سے ان کو قتل کرنا اور ان کا صفایا کرنا ضروری ہے . . . کیونکہ (۲) وہ بے ایمان ہیں، نیز اس لیے کہ وہ جھوٹے اور فاجر ہیں، علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس جانے، ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے ڈرایا ہے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نُشرہ (جادو کھولنے) کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطانی کام ہے۔'' (اسے امام احمد اور ابوداود نے اچھی سند سے روایت کیا ہے)

اور (نشرۃ) کہتے ہیں: جادوزدہ شخص سے جادو کو کھولنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام سے مراد: وہ نشرہ ہے جسے اہل جاہلیت استعمال کرتے تھے، اور وہ جادوگر سے جادو کے کھولنے کا سوال کرنا، یا اسے دوسرے جادوگر کے واسطے سے اسی کے مثل جادو سے کھولنا ہے۔

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۷/۱۴۶).

(۲) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۳/۲۸۰).

طہارت (*)

نماز کی چند شرطیں ہیں جو اس سے پہلے ہوتی ہیں، ان میں سے ایک: طہارت ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لا يقبل الله صلاة بغير طهور))

"اللہ رب العالمین طہارت (پاکی) کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں کرتا۔" (بخاری ومسلم)

لہٰذا جو آدمی حدث اکبر (جس سے غسل ضروری ہوتا ہے) اور حدث اصغر (جس سے وضو ضروری ہوتا ہے) اور نجاست (گندی چیزوں) سے طہارت و پاکی حاصل نہیں کرتا ہے تو اس کی نماز بارگاہ رب میں قابل قبول نہیں ہوگی۔

طہارت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: پانی سے طہارت حاصل کرنا، اور یہی اصل ہے۔

پانی کے احکام:

ہر وہ پانی جو آسمان سے نازل ہوتا ہے، یا زمین سے نکلتا ہے تو وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے جس کے ذریعہ حدث (ناپاکی) اور خبیث (گندی) چیزوں سے طہارت و پاکی حاصل کی جاسکتی ہے، اگر چہ کسی پاک چیز کی وجہ سے اس (پانی) کے رنگ، یا مزہ، یا بو میں تبدیلی آجائے، جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الماء طهور لا ينجسه شيء))

''پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی۔''

اگر اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، مزہ اور بو) میں سے کوئی ایک وصف کسی نجاست کی وجہ سے تبدیل ہوجائے تو وہ پانی نجس (ناپاک) ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

نیز چیزوں میں اصل طہارت اور اباحت (جواز) ہے، لہٰذا جب کسی مسلمان کو کسی پانی،

(*) "منهج السالكين" للعلامة السعدى.

یا کپڑے، یا کسی جگہ، یا ان کے علاوہ دیگر چیزوں کی نجاست کے بارے میں شک ہوجائے تو وہ پاک ہے، یا طہارت کے بارے میں یقین ہو اور حدث (ناپاکی) کے بارے میں شک ہوجائے تو وہ طاہر (پاک) ہے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے بارے میں جس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ نماز کے اندر کوئی چیز محسوس کرتا ہے (یعنی حدث وغیرہ) ارشاد فرمایا کہ: ''وہ نماز سے نہ پلٹے یہاں تک کہ وہ ہوا کے نکلنے کی آواز سن لے، یا بو محسوس کرے۔'' (متفق علیہ)

برتن کے احکام:

تمام برتن مباح ہیں، مگر:

١- سونے اور چاندی کے برتن.

٢- اور اسی طرح وہ برتن جس میں کچھ سونا اور چاندی لگا ہو، حرام ہیں۔

مگر ضرورت کے وقت تھوڑی سی چاندی کا استعمال جائز ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کیوجہ سے کہ: " تم سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو، اور نہ ہی ان کی پلیٹوں میں کھانا کھاؤ؛ کیونکہ یہ دنیا میں ان (غیر مسلموں) کیلئے ہیں اور تمہارے (ایمان والوں کے) لئے آخرت میں ہیں۔ " (متفق علیہ)

استنجا اور قضائے حاجت کے آداب:

آدمی کے لئے مستحب ہے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے اپنے بائیں پیر کو داخل کرے اور یہ دعا پڑھے: ((بسم الله، اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث))

''اللہ کے نام سے، اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

اور جب اس سے باہر نکلے تو پہلے اپنے دائیں پیر کو باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے:

((غفرانك)) "اے اللہ! میں تیری بخشش چاہتا ہوں-"

((الحمد لله الذي أذهب عني الأذى وعافاني))

" تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہے جس نے مجھ سے گندگی دور کر کے مجھے عافیت دی۔ "

اسی طرح آدمی قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے وقت اپنے بائیں پیر کے سہارے بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے، اور کسی دیوار یا کسی اور چیز سے پردہ کر لے، اور اگر فضا (کھلے میدان) میں قضائے حاجت پوری کر رہا ہو تو لوگوں کی نظروں سے خوب دور چلا جائے۔

اور آدمی کیلئے جائز نہیں ہے کہ:

وہ اپنی قضائے حاجت راستے میں پوری کرے، یا لوگوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں، یا پھل دار درخت کے نیچے، یا ایسی جگہ پر جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو۔

نیز قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی جانب پیٹھ کرے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو اور نہ ہی اس کی طرف اپنی پشت کرو، بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرو۔'' (متفق علیہ)

(نوٹ: مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا مذکورہ حکم اہل مدینہ کے لیے ہے کیونکہ ان کا قبلہ جنوب کی طرف ہے۔)

جب آدمی اپنی قضائے حاجت پوری کر لے تو:

۱- تین پتھر یا اسی کی مانند دوسری چیز جس سے نجاست کہ جگہ (شرمگاہ) کی صفائی ہو جاتی ہو، اس سے استنجا کرے۔

۲- پھر پانی سے استنجا کرے، اور ان دونوں (پتھر اور پانی) میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی کافی ہے۔

نیز لید، گوبر (جانوروں کے فضلے) اور ہڈی سے استنجا نہ کرے؛ کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

وضو کا طریقہ:

یہ ہے کہ: حدث (ناپاکی) کو زائل کرنے، یا نماز وغیرہ کے لئے وضو کی نیت (دل سے ارادہ) کرے۔

اور تمام اعمال جیسے طہارت وغیرہ کے لیے نیت شرط ہے؛ کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔" (متفق علیہ)

پھر "بسم اللہ" کہے، اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھوئے، پھر تین لپوں سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالکر اسے صاف کرے، پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھوئے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کرے بایں طور کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ سر کے اگلے حصے سے گدی تک لیجائے پھر واپس سر کے اگلے حصہ تک لائے، پھر اپنے دونوں کانوں میں شہادت کی دونوں انگلیوں کو ڈالکر کر انگوٹھے سے دونوں کانوں کے ظاہری حصے کا مسح کرے، پھر دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت تین تین بار دھوئے۔ یہ وضو کا سب سے کامل طریقہ ہے جسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور ان میں سے فرض: یہ ہے کہ تمام اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھوئے، نیز ان کو اسی ترتیب سے دھوئے جس طرح کہ اللہ نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَينِ ﴾ (سورة المائدة : ٦)

"اے ایمان والو !جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

اسی طرح اعضائے وضو کو دھونے کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ کرے، بلکہ انہیں پے در پے (تسلسل کے ساتھ) دھوئے۔

موزوں پر مسح کرنا:

اگر آدمی موزہ یا اسکے مانند کوئی دوسری چیز پہنے ہو، تو اگر وہ چاہے تو مقیم ہونے کی صورت میں ایک دن اور ایک رات، اور مسافر ہونے کی صورت میں تین دن اور تین رات ان پر مسح کر سکتا ہے۔

لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ:

۱- اس نے باوضو ہو کر موزے پہنے ہوں۔

۲- اور یہ کہ وہ صرف حدث اصغر (چھوٹی ناپاکی) کی صورت میں مسح کرے گا۔

کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ: ''جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور موزہ پہن لے، (تو پھر جب وہ دوبارہ وضو کرے) تو ان (موزوں) پر مسح کرے اور انہیں میں نماز ادا کرے اور اگر چاہے تو ان کو جنابت کے علاوہ کسی اور صورت میں نہ نکالے۔'' (حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اگر کسی آدمی کے اعضائے وضو پر کسی ہڈی کے ٹوٹنے کیوجہ سے پٹی بندھی ہوئی ہو، یا زخم پر دوا لگی ہو اور پانی سے دھونے کی صورت میں اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو ایسا شخص شفایاب ہونے تک حدث اصغر و اکبر دونوں میں اس پر پانی کے ذریعہ مسح کرے گا۔

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ: یہ ہے کہ موزوں کے بیشتر ظاہری حصہ پر مسح کرے، جہاں تک پٹی کی بات ہے تو اس کے تمام حصے پر مسح کریں گے۔

غسل کو واجب کرنے والے امور اور اس کا طریقہ:

غسل درج ذیل امور کی وجہ سے واجب ہوتا ہے:

۱- جنابت کی وجہ سے: اس سے مراد جماع یا کسی اور وجہ سے منی کا نکلنا ہے۔

۲- دونوں ختنوں (شرمگاہ) کے ملاپ کی صورت میں۔

۳- حیض اور نفاس کے خون جاری ہونے کی وجہ سے۔

۴- شہید کے علاوہ شخص کی موت سے۔

۵- کافر کے اسلام لانے کیوجہ سے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُواْ وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مَّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾(سورة المائدة : ٦)

"اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو، ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو، یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو اللہ تعالی تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَلاَ تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىَ يَطْهُرْنَ ﴾(سورة البقرة :٢٢٢)

"اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔"

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو نہلانے پر غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح اسلام قبول کرنے والے شخص کو بھی غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کا طریقہ:

- سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے۔

- پھر مکمل طور پر وضو کرتے تھے۔

- پھر اپنے سر پر تین لپ پانی ڈال کر اسے تر کرتے تھے۔

- پھر جسم کے بقیہ حصہ پر پانی ڈالتے تھے۔

- پھر دونوں پیروں کو الگ ہو کر دوسری جگہ پر دھوتے تھے۔

غسل کے فرائض میں:

پورے بدن، اور گھنے اور ہلکے بالوں کے نیچے کے حصے کو دھونا ہے۔ والله أعلم.

تیمم :

یہ طہارت کی دوسری قسم ہے: اور یہ پانی سے طہارت حاصل کرنے کا بدل (متبادل) ہے۔ جب اعضائے طہارت یا بعض اعضاء کیلئے پانی کا استعمال کرنا دشوار ہو جائے، یا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے، یا پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کے خوف سے، تو ایسی صورت میں پاک مٹی، پانی کے قائم مقام ہوتی ہے۔

تیمّم کرنے کا طریقہ:

- حدث (ناپاکی) کے زائل کرنے کی نیت (دل سے ارادہ) کرے۔

- پھر "بسم اللہ " کہے۔

- پھر دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ مٹی پر مارے۔

- اس سے اپنے مکمل چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرے۔

- اگر دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارے تو کوئی حرج نہیں۔ (لیکن دو مرتبہ والی حدیث ضعیف ہے)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُواْ مَاءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَشۡكُرُونَ﴾(سورة المائدة : ٦)

"اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا، بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تا کہ تم شکرادا کرتے رہو۔"

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی ورسول کو نہیں دی گئیں، ایک مہینہ کی مسافت سے ہی دشمن کے دل میں رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، اور میرے لئے پوری روئے زمین کو مسجد اور پاک بنادیا گیا ہے، تو جو بھی شخص نماز کے وقت کو پالے تو وہ نماز پڑھ لے، اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کردیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، نیز نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔" (متفق علیہ)

نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ (*)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کے بیان میں یہ چند مختصر باتیں ہیں، میں نے چاہا کہ ہر مسلمان مرد وعورت کی خدمت میں ان باتوں کو پیش کردوں، تاکہ ان سے واقف ہونے والا ہر شخص نماز کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے کی کوشش کرے؛ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«صلوا كما رأيتموني أصلّي» " تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" (صحیح بخاری)

اب قارئین کی خدمت میں نماز نبوی کا طریقہ بیان کیا جارہا ہے:

۱- نمازی اچھی طرح وضو کرے، اچھی طرح وضو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح وضو کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح وضو کیا جائے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة:٦)

" اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لا تقبل صلاة بغير طهور» " وضو کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (مسلم)

اسی طرح آپ ﷺ نے صحیح طریقے سے نماز نہ پڑھنے والے آدمی سے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اچھی طرح (مکمل) وضو کرو۔'' (مسلم)

(*) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۱۱/۷-۱۷) للإمام ابن باز.

۲- نمازی جہاں کہیں بھی ہو اپنے پورے جسم کے ساتھ قبلہ- کعبۃ اللہ- کی طرف اپنا رخ کرلے اور فرض یا نفل جس نماز کا ارادہ رکھتا ہے دل سے اس کی نیت کرے، زبان سے نماز کی نیت نہ کرے؛ کیونکہ زبان سے نیت کرنا ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، اس لئے کہ زبان سے نیت نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور نہ ہی آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے۔ نمازی اگر امام یا منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والا) ہے تو اپنے سامنے سترہ رکھ لے۔ قبلہ کی طرف رخ کرنا نماز (کی صحت) کے لئے شرط ہے، سوائے چند معروف مسائل کے جو اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ اہل علم کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۳- اللہ اکبر کہتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے اور اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھے۔

۴- تکبیر تحریمہ کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کی لو تک اٹھائے۔

۵- اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر اس طرح رکھے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، کلائی اور بازو پر ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔

۶- اس کے بعد نمازی کے لیے مسنون ہے کہ دعائے استفتاح پڑھے، دعائے استفتاح یہ ہے: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. ''اے اللہ! تو میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان ایسی دوری کردے جیسی دوری تو نے مشرق ومغرب کے درمیان کی ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف کردے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے پانی، برف اور اولوں سے دھل دے۔'' (بخاری ومسلم)

اور اگر چاہے تو اس دعا کے بجائے یہ دعائے استفتاح پڑھے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ. ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کیساتھ اور تیرا نام

بابرکت ہے،اور تیری شان بلند ہے،اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔'' (مسلم)

اوراگران دونوں دعاؤں کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کوئی اور دعائے استفتاح پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ افضل یہ ہے کہ کبھی کوئی دعائے استفتاح پڑھے اور کبھی کوئی دعائے استفتاح، کیونکہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع ہوجاتی ہے۔اس کے بعد(أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم) پڑھ کرسورہ فاتحہ پڑھے، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لاصلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب))

''جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی،اس کی نماز نہیں۔'' (بخاری ومسلم)

اس کے بعد جہری نمازوں میں بلند آواز سے (اورسری نمازوں میں پست آواز سے) "آمین" کہے، پھر قرآن کا جوحصہ یاد ہواس میں سے پڑھے۔افضل یہ ہے کہ ظہر،عصراور عشاء کی نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد اوساط مفصل (سورہ عم سے سورہ لیل تک) سے پڑھے، فجر میں طوال مفصل (سورہ ق سے سورہ مرسلات تک) سے اور مغرب میں کبھی قصار مفصل (سورہ ضحیٰ سے سورہ ناس تک) سے،اور کبھی کبھار طوال مفصل یا اوساط مفصل سے پڑھے، جیسا کہ نبی ﷺ سے ایسا ثابت ہے،اور مشروع یہ ہے کہ عصر کی نماز ظہر سے ہلکی ہو۔

۷- "اللّٰـهُ أكبر" کہتا ہوا اور اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کی لوتک اٹھاتا ہوا رکوع کرے، رکوع میں سر کو پیٹھ کی برابری میں کرلے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پراس طرح رکھے کہ انگلیاں پھیلی ہوئی ہوں، رکوع اطمینان سے کرے اور یہ دعا پڑھے:

"سُبُحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيُمُ " پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے۔

افضل یہ ہے کہ یہ دعا تین بار یا اس سے زیادہ بار دہرائے،اور اس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: "سبُحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمُدِكَ ، اللّٰهُمَّ اغُفِرُلِي " اے اللہ !تو پاک ہے اپنی حمد

کے ساتھ،اے اللہ! مجھے بخش دے۔(بخاری ومسلم)

۸- نمازی اگرامام یامنفرد ہےتو ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہتا ہوااوراپنے ہاتھوں کومونڈھوں تک یا کانوں کی لوتک اٹھاتا ہوارکوع سے سراٹھائے،اورقومہ میں یہ دعاپڑھے:

" رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ، حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ " اے ہمارے رب! تیرے لئے ہی تعریف ہے، بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریف، آسمانوں کے برابر، زمین کے برابر، اورآسمان وزمین کے درمیان جوکچھ ہےاس کے برابر، اور جوکچھ تواس کے بعد چاہےاس کے برابر۔(مسلم)

اوراگراس کے بعددرج ذیل دعابھی پڑھ لےتو بہتر ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحیح احادیث میں اس کا پڑھنا ثابت ہے:

" أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ - وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ- اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ " توتعریف اور بزرگی والا ہے، سب سے سچی بات جو بندے نے کہی -اورہم سب ہی تیرے بندے ہیں- یہ ہے: اے اللہ! جوتو عطا کرے اسے کوئی روکنے والانہیں ،اور جوتوروک لے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی مالدارکواس کی مالداری تیرے عذاب سے بچانہیں سکتی۔(مسلم)

البتہ نمازی اگرمقتدی ہےتورکوع سےسراٹھاتے وقت "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ " سے آخرتک پچھلی دعائیں پڑھے۔(یعنی "سمع الله لمن حمده" نہ کہے)

مستحب ہے کہ نمازی رکوع کے بعدقومہ میں اسی طرح اپنے ہاتھ سینے پررکھ لے جس طرح رکوع سے پہلے حالت قیام میں رکھا تھا، کیونکہ وائل بن حجراورسہل بن سعدرضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عمل کے ثابت ہونے پردلالت کرتی ہیں۔

۹- "الله أكبر" کہتا ہواسجدے میں جائے،اوراگرہوسکےتوہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کوزمین

پر رکھے،لیکن اگر اس میں مشقت ہوتو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کوزمین پر رکھے،سجدے میں دونوں پیراور دونوں ہاتھ کی انگلیوں کوقبلہ رخ رکھےاور ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملاکر پھیلالے،سجدہ سات اعضاء پر ہونا چاہیے: پیشانی ناک سمیت ، دونوں ہاتھ ،دونوں گھٹنے اور دونوں پیر کی انگلیوں کا اندرونی حصہ،اورسجدے میں یہ دعاپڑھے: "سبحان ربی الأعلی " پاک ہےمیرارب جوسب سے بلند ہے۔

اس دعا کوتین بار یااس سے زیادہ بارکہنا مسنون ہے،اوراس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: "سبحانك اللهم ربنا وبحمدك، اللهم اغفرلي " اےاللہ ہمارے رب! توپاک ہےاپنی حمد کےساتھ،اےاللہ! مجھے بخش دے۔

سجدے میں زیادہ سےزیادہ دعا کرے،کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے:

((أما الركوع فعظموا فيه الرب، وأما السجود فاجتهدوا فی الدعاء ، فقمِنٌ أن يستجاب لكم)) ’’رکوع میں تو رب کی عظمت اور بڑائی بیان کرو،لیکن سجدے میں زیادہ سے زیادہ دعا کرو، کیونکہ یہ(حالت سجود) اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوجائے۔‘‘ (مسلم)

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((أقرب مايكون العبدمن ربه وهو ساجد ، فأكثروا الدعاء))

’’بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، لہٰذا زیادہ سے زیادہ دعا کرو۔‘‘(بخاری ومسلم)

نمازی کوچاہئے کہ وہ بحالت سجدہ اپنے رب سے دنیااورآخرت کی بھلائی کا سوال کرے،خواہ فرض نماز پڑھ رہاہو یا نفل۔

اسی طرح وہ حالت سجدہ میں بازوؤں کو پہلو سے، پیٹ کورانوں سے اوررانوں کو پنڈلیوں سے

دور رکھے، اور کہنیوں کو زمین سے اٹھائے رکھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اعتدلوا في السجود ، ولا يبسط أحدكم ذراعيه انبساط الكلب"

''سجدے اطمینان سے کرو، اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کہنیوں کو کتے کی طرح (زمین پر) نہ بچھائے۔'' (بخاری ومسلم)

١٠- ''اللّٰہُ أکبر'' کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور بائیں پیر کو بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے، اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے، اور اپنے ہاتھوں کو رانوں اور گھٹنوں پر رکھ لے، اور یہ دعا پڑھے:

"رب اغفرلي واحمني واهدني وارزقني وعافني واجبرني"

اے میرے رب! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی عطا کر، مجھے عافیت میں رکھ اور میرے نقصان کو پورے فرما۔ (احمد، ابوداود)

یہ جلسہ بھی بالکل اطمینان سے کرے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس آجائے، جس طرح کہ رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہوا تھا؛ کیونکہ نبی ﷺ رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے بیچ دیر تک اطمینان اختیار کرتے تھے۔

١١- پھر ''اللّٰہُ أکبر'' کہتا ہوا دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی وہی سب کرے جو پہلے سجدہ میں کیا تھا۔

١٢- ''اللّٰہُ أکبر'' کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا اسی طرح تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جائے، اس بیٹھک کو "جلسہ استراحت" کہتے ہیں، جو علماء کے صحیح تر قول کے مطابق مستحب ہے، اور اگر اسے چھوڑ دے تو کوئی حرج کی بات نہیں، جلسہ استراحت میں کوئی ذکر اور دعا نہیں ہے۔

پھر اگر دشوار نہ ہو تو اپنے گھٹنوں پر ورنہ زمین پر ٹیک لگا کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، کھڑا ہونے کے بعد سورہ فاتحہ اور فاتحہ کے بعد قرآن کا جو حصہ یاد ہو اس میں سے پڑھے، پھر جس

طرح پہلی رکعت میں کیا تھا دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

مقتدی کے لیے اپنے امام سے پہل کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو اِس سے منع فرمایا ہے۔ نیز مقتدی کے لیے اپنے امام کی موافقت کرنا بھی مکروہ ہے، اس کے لیے سنت کا طریقہ یہ ہے کہ: اس کے افعال بنا کسی تاخیر کے اپنے امام کے فوراً بعد اور اس کی آواز منقطع ہونے کے بعد ہوں؛ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ : سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا : رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا))

''امام اس لیے بنایا گیا ہے تا کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہٰذا تم اس سے اختلاف نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه'' کہے تو تم '' رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ'' کہو، اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔'' (بخاری و مسلم)

۱۳- اگر نماز دو رکعت والی ہے جیسے فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں، تو دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد نمازی تشہد میں اس طرح بیٹھے کہ اس کا دایاں پیر کھڑا ہوا اور بایاں پیر زمین پر بچھا ہو، اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ کر ہاتھ کی انگلیوں کو موڑ لے، البتہ شہادت کی انگلی کھلی رکھے اور اس سے اللہ کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرے، اور اگر دائیں ہاتھ کی خنصر اور بنصر (کنارے کی دونوں انگلیوں) کو موڑ لے اور انگوٹھے کو بیچ والی انگلی سے ملا کر حلقہ بنا لے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے تو بھی بہتر ہے؛ کیونکہ دونوں ہی طریقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، بلکہ افضل یہ ہے کہ کبھی پہلے طریقہ پر عمل کرے اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران اور گھٹنے پر رکھے، پھر اس قعدہ میں تشہد پڑھے، اور وہ یہ ہے:

"التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

وَبَـرَكَـاتُـهُ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ."

تمام زبانی عبادتیں اور بدنی ومالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اے اللہ کے نبی! آپ پر سلامتی نازل ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، اور سلامتی نازل ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ (بخاری ومسلم)

پھر یہ درود پڑھے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، وَ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر، بے شک تو لائق تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر، بیشک تو لائق تعریف اور بزرگی والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس کے بعد چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ.

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور قبر کے عذاب سے، اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔ (بخاری ومسلم)

پھر دنیا وآخرت کی بھلائی کی جو دعا چاہے کرے، اگر اپنے والدین کے لیے یا ان کے علاوه

دیگر مسلمانوں کے لیے دعا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، خواہ وہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں، کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشہد سکھلایا تو فرمایا:

" ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعو" پھر وہ اپنی پسندیدہ ترین دعا کا انتخاب کر کے اللہ سے دعا کرے۔ (بخاری)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: " ثم ليتخير من المسألة ما شاء " پھر (اللہ سے) جو سوال کرنا چاہے اس کا انتخاب کرے۔ (مسلم)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عام ہے اور ہر اس دعا کو شامل ہے جو بندے کے لیے دنیا و آخرت میں مفید ہو۔

اس کے بعد "السلام عليكم ورحمة الله ، السلام عليكم ورحمة الله " کہتا ہوا دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے۔

۱۴- اگر نماز تین رکعت والی ہے جیسے نماز مغرب، یا چار رکعت والی ہے جیسے ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں، تو مذکورہ بالا تشہد اور درود پڑھنے کے بعد "اللہ اکبر" کہتا ہوا گھٹنوں پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کی لو تک اٹھا کر پہلے کی طرح اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لے اور صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اور اگر کبھی کبھار ظہر کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت بھی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عمل کے ثابت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر پہلے تشہُّد کے بعد نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھتا ہے تو کوئی بات نہیں؛ اس لیے کہ پہلے تشہُّد میں اسے پڑھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

پھر مغرب کی تیسری رکعت کے بعد اور ظہر، عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت کے بعد تشہد پڑھے،

نبی ﷺ پر درود پڑھے اور جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجّال کے فتنے سے پناہ مانگے، اور زیادہ سے زیادہ دعا کرے۔

اِس جگہ اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر مشروع دعاؤں میں سے یہ دعا ہے:

﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ اس لیے کہ انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ کثرت سے پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ دو رکعت والی نماز میں گزر چکا۔ لیکن وہ اس بیٹھک میں تورُّک کرے گا، اپنے بائیں پیر کو اپنے دائیں پیر کے نیچے رکھے اور اپنی سُرین کو زمین پر رکھے اور اپنے دائیں پیر کو کھڑا رکھے، کیونکہ اس بارے میں ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث آئی ہے۔

پھر "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کہتے ہوئے اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے۔

نماز کے بعد کے اذکار:

سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ "أَستَغْفِرُاللّٰہ " کہے، پھر یہ دعا پڑھے: "اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ "

اے اللہ! تو سلام ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی حاصل ہوتی ہے، تو بابرکت ہے اے عزت وجلال والے! (مسلم)

امام ہونے کی صورت میں تین مرتبہ "أستغفرالله " اور مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد اسے مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، پھر یہ دعا پڑھے:

لا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، اللّٰهُمَّ لا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا

الْجَدِّ مِنكَ الْجَدُّ.

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اسکا شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی طاقت وقوت کارگر نہیں۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی مالدار کو اس کی مالداری تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ (بخاری ومسلم)

لَا إِلَـهَ إِلَّا الـلَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ.

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، نعمت وفضل اسی کا ہے اور اسی کے لئے عمدہ تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ہماری عبادت اسی کے لئے خالص ہے اگر چہ کافروں کو ناگوار لگے۔ (مسلم)

اسکے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ "سبحان اللہ"، تینتیس (۳۳) مرتبہ "الحمدللہ" اور تینتیس (۳۳) مرتبہ "اللہ اکبر" کہے اور سو کی گنتی اس دعا سے پوری کرے:

لَا إِلَـهَ إِلَّا الـلَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَـهُ، لَـهُ الْـمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَـدِيرٌ. '' اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (مسلم)

اسی طرح ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، ﴿قل هو الله أحد﴾ ، ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ اور ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ پڑھے۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد ان تینوں سورتوں کا تین تین بار پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث وارد ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اذکار کے بعد فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس (۱۰) بار یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: لَا إِلَـهَ إِلَّا الـلَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ،اسی کی بادشاہت ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، اوراسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (ترمذی)

اس لیے کہ یہ بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ ان تمام اذکار کا پڑھنا سنت ہے، فرض نہیں۔

سنن رواتب (مؤکدہ سنتیں):

ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت، ظہر کی نماز کے بعد دو رکعت، مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت، عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اور فجر کی نماز کے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا مستحب ہے، یہ کل بارہ رکعتیں ہوئیں، ان کو ''سنن رواتب'' کہا جاتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت حضر (قیام) میں ان کی پابندی کرتے تھے، البتہ حالت سفر میں ان کو نہیں پڑھتے تھے، لیکن فجر کی سنت اور وتر کی حضر اور سفر ہر حال میں پابندی فرماتے تھے، اور آپ ﷺ ہمارے لیے بہترین اسوہ ونمونہ ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب:٢١)

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔''

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((صلوا كما رأيتموني أصلّي)) " تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" (صحیح بخاری)

افضل یہ ہے کہ سنن رواتب اور وتر کو گھر میں پڑھا جائے، لیکن اگر کوئی مسجد میں پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" أفضل صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة " ''آدمی کی سب سے بہتر نماز اس کی گھر کی نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔'' (بخاری ومسلم، ترمذی)

ان بارہ رکعت سنتوں کی پابندی دخول جنت کے اسباب میں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من صلی اثنتی عشرة رکعة فی یومه ولیلته تطوعا، بنی الله له بیتا فی الجنة. " ''جس نے دن اور رات میں بارہ رکعت سنت پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل تعمیر فرماتا ہے۔'' (صحیح مسلم، ابوداود، نسائی)

اور اگر عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت، مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت اور عشاء کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھ لے تو اور بہتر ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((رَحِمَ اللَّهُ امْرَءاً صَلَّى أَرْبَعاً قَبْلَ الْعَصْرِ)) ''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھی۔'' (احمد، ابوداود، ترمذی) اس کی اسناد صحیح ہے۔

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ)) ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : ((لِمَنْ شَاءَ))

''ہر دو اذانوں کے بیچ نماز ہے، ہر دو اذانوں کے بیچ نماز ہے۔'' پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: ''اس آدمی کے لیے جو چاہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور اگر ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھے تو بہتر ہے؛ اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ))

''جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت کی پابندی کی، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا۔'' (ترمذی، ابوداود، احمد)

اِس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ظہر کے بعد مؤکدہ سنت کے علاوہ دو رکعت مزید پڑھی جائے؛ کیونکہ ظہر میں مؤکدہ سنتیں چار رکعت پہلے اور دو رکعت بعد میں ہیں۔ لہٰذا جب اس کے بعد دو رکعت مزید پڑھی جائے گی تو اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بیان کردہ بات پر عمل ہو جائے گا۔

میت کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین (*)

❁ جب کسی شخص پر موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اسے " لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ " کی تلقین کرنا مشروع ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))

تم اپنے مُردوں کو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کرو۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں مُردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر موت کے آثار ظاہر ہو گئے ہوں۔

❁ جب کسی کی موت کا یقین ہو جائے تو اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں اور اس کے جبڑے باندھ دیے جائیں؛ کیونکہ اس کے بارے میں حدیث وارد ہے۔

❁ مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے، لیکن اگر وہ جنگ میں شہید ہوا ہے تو اسے نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، بلکہ اسے انہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے شہدائے احد کو نہ تو غسل دیا تھا، اور نہ ہی ان پر جنازہ کی نماز پڑھی تھی۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ:

میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی شرمگاہ کو ڈھانپ دیا جائے، پھر اسے تھوڑا اٹھایا جائے اور اس کے پیٹ کو آہستہ سے دبایا جائے، پھر غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا یا اسی قسم کی کوئی چیز لپیٹ لے اور اس سے اس کی نجاست صاف کرے، پھر اسے نماز کے وضو کی طرح وضو کرائے، پھر پانی اور بیری یا اسی قسم کی کسی اور چیز سے اس کا سر اور داڑھی دھوئے، پھر اس کے دائیں پہلو کو، پھر بائیں پہلو کو دھوئے، پھر اسی طرح دوسری اور تیسری بار اسے غسل دے، ہر دفعہ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرے اور اگر اس سے کوئی چیز نکلے تو اسے دھو دے اور وہ جگہ روئی وغیرہ سے بند کر دے، اگر

(*) "الدروس المهمة لعامة الأمة" للإمام ابن باز، (الدرس الثامن عشر).

نجاست کا نکلنا بند نہ ہو تو خالص نرم مٹی یا جدید طبی ذرائع مثلاً ٹیپ وغیرہ سے اس کو بند کر دے۔

پھر میت کو دوبارہ وضو کرائے، اور اگر تین بار میں صفائی حاصل نہ ہو تو پانچ یا سات دفعہ غسل دے، پھر اسے کپڑے سے سکھا دیا جائے ور سجدہ کی جگہوں اور جوڑوں پر خوشبو لگا دی جائے اور اگر سارے جسم کو خوشبو لگائی جائے تو بہتر ہے، اور اس کے کفن کو (خوشبو دار) دھونی دی جائے، اور اگر اس کے مونچھ یا ناخن لمبے ہوں تو ان کو کاٹ دیا جائے، اور اگر ویسے ہی چھوڑ دیے جائیں تو کوئی حرج نہیں، لیکن بالوں میں کنگھی نہ کی جائے، زیر ناف کے بال نہ مونڈے جائیں اور ختنہ نہ کیا جائے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر اس کی پشت پر چھوڑ دی جائیں۔

میت کو کفن دینا:

افضل یہ ہے کہ مرد کو تین سفید کپڑوں میں کفنایا جائے، جن میں قمیص اور عمامہ نہ ہو جیسا کہ نبی ﷺ کے ساتھ کیا گیا، میت کو ان کپڑوں میں اچھی طرح لپیٹ دیا جائے اور اگر قمیص، تہبند اور چادر میں کفنایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے: قمیص، اوڑھنی، تہبند اور دو چادریں۔

چھوٹے بچہ کو ایک تا تین کپڑوں میں کفنایا جائے گا اور چھوٹی بچی کو ایک قمیص اور دو چادروں میں کفنایا جائے گا۔

ویسے سب کے لیے واجب صرف ایک کپڑا میں کفن دینا ہے جو پورے جسم کو ڈھانک لے۔ لیکن مرنے والا اگر حالتِ احرام میں تھا تو اسے پانی اور بیری سے غسل دیا جائے گا اور اسی چادر اور تہ بند میں یا ان کے علاوہ کپڑے میں کفنایا جائے گا، البتہ اس کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانکا جائے گا اور نہ ہی اسے خوشبو لگائی جائے گی، کیونکہ قیامت کے دن وہ شخص تلبیہ پکارتا ہوا اٹھایا جائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح اگر حالت احرام میں مرنے والی عورت

ہے تو دیگر عورتوں کی طرح اسے بھی کفنایا جائے گا لیکن اسے خوشبو نہیں لگائی جائے گی، اور نہ ہی اس کے چہرہ کو نقاب سے اور ہاتھوں کو دستانے سے ڈھانکا جائے گا، بلکہ اس کے ہاتھوں اور چہرے کو اسی کپڑے سے ڈھانکا جائے جس میں وہ کفنائی گئی ہے، جیسا کہ عورت کو کفنانے کے طریقے کا بیان گذر چکا۔

میت کو غسل دینے، اس کی نماز جنازہ پڑھانے اور اس کو دفن کرنے کا سب سے زیادہ حقدار اس کا وصی (وہ مرد جس کو مرنے والے نے وصیت کی ہو) ہے اور پھر باپ، پھر دادا اور پھر درجہ بدرجہ میت کا قریب ترین رشتہ دار حقدار ہے۔

اسی طرح عورت کو غسل دینے کی سب سے زیادہ حقدار اس کی وصیہ (وہ عورت جس کو میت نے وصیت کی ہو) ہے اور پھر ماں، پھر دادی اور پھر عورتوں میں درجہ بدرجہ قریب ترین رشتہ دار عورت حقدار ہے۔

البتہ شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کو غسل دینے کا حق ہے، اس لیے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی نے غسل دیا، اور اس لیے بھی کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

نماز جنازہ کا طریقہ:

نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی:

❶ - پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جائے گی اور اگر اس کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا ایک دو آیتیں پڑھ لے تو بہتر ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں صحیح حدیث وارد ہے۔

❷ - دوسری تکبیر کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہد میں درود پڑھنے کی طرح درود پڑھے۔

❸ - تیسری تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا

وَأُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلىٰ الإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلىٰ الإِيْمَانِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّىٰ الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَافْسَحْ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ))

''اے اللہ! ہمارے زندوں اور مُردوں اور ہمارے حاضر وغائب اور ہمارے چھوٹوں اور بڑوں اور ہمارے مَردوں اور عورتوں کو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو وفات دے اس کو ایمان پر وفات دے، اے اللہ !اس میت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کو عافیت میں رکھ اور اس سے درگذر فرما اور اس کی باعزت مہمانی فرما اور اس کی قیام گاہ کو کشادہ کر اور اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھودے اور اسے گناہوں اور غلطیوں سے ایسا پاک کردے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اور اس کو اس کے گھر کے بدلے اس سے بہتر گھر اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما اور اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچالے اور اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کے لئے اس میں روشنی کردے، اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے پیچھے ہمیں گمراہ نہ کر۔''

❹- پھر چوتھی تکبیر کہہ کر اپنے دائیں جانب ایک سلام پھیرے۔

مستحب یہ ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، اور اگر میت عورت ہو تو ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا ...'' (آخر تک) کہے، اور اگر جنازے دو ہوں تو ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا ...'' (آخر تک) کہے، اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو'' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ ...'' (آخر تک) کہے۔ (اور صرف عورتیں ہوں

تو ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُنَّ..'' آخرتک کہیں.)

اور اگر میت نابالغ ہو تو اس کے لیے دعائے مغفرت کے بجائے یہ دعا پڑھے:

((اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطاً وَذُخراً لِوَالِدَيْهِ وَشَفِيْعاً مُجاباً، اللّٰهُمَّ ثَقِّلْ بِهِ مَوَازِيْنَهُمَا وَأَعْظِمْ بِهِ أُجُوْرَهُمَا وَأَلْحِقْهُ بِصَالِحِ سَلَفِ الْمُؤمِنِيْنَ وَاجْعَلْهُ فِي كَفَالَةِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَقِهِ بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ الْجَحِيْمِ))

''اے اللہ! اس کو آگے جانے والا اور اپنے ماں باپ کے لئے ذخیرہ اور ایسا سفارشی بنا جس کی سفارش قبول کی جا چکی ہو، اے اللہ! اس کی وجہ سے اس کے والدین کے اعمال کا پلہ وزنی کردے اور ان کا اجر بڑھا دے اور اس کو نیک اہلِ ایمان میں شامل فرما اور ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں دے دے اور اپنی مہربانی سے اس کو عذابِ دوزخ سے بچا لے۔''

سنت یہ ہے کہ امام، مرد کے سر کے برابر میں اور عورت کے جنازہ کے بیچ میں کھڑا ہو، اور اگر کئی جنازے جمع ہو جائیں تو مرد کا جنازہ، امام سے متصل اور عورت کا جنازہ قبلہ کی جانب ہو، اور اگر ان کے ساتھ بچے بھی ہوں تو بچہ کا جنازہ عورت سے پہلے اور پھر عورت کا اور پھر بچی کا جنازہ رکھا جائے اور بچہ کا سر اور عورت کی کمر مرد کے جنازہ کے سر کے برابر میں ہو، اور اسی طرح بچی کا سر عورت کے جنازہ کے سر کے برابر میں اور اس کی کمر مرد کے سر کے برابر میں ہوگی۔

تمام نمازی امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے، الا یہ کہ اگر کوئی ایک نمازی امام کے پیچھے جگہ نہ پائے تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہوگا۔

میت کو دفن کرنے کا طریقہ:

مشروع یہ ہے کہ آدمی کی کمر تک قبر گہری کی جائے اور اس میں قبلہ کی طرف لحد بنائی جائے، میت کو لحد میں داہنے پہلو پر لٹایا جائے اور اس کے کفن کی گرہیں کھول کر چھوڑ دی جائیں، انہیں نکالا

نہ جائے، میت خواہ مرد ہو یا عورت اس کا چہرہ نہ کھولا جائے، پھر لحد کے اوپر سے کچی اینٹیں رکھ کر مٹی سے لیپ کر دیا جائے تا کہ اینٹیں مضبوط پکڑ لیں اور میت تک مٹی نہ جانے دیں، اگر اینٹیں نہ مل سکیں تو ان کی جگہ تختے یا پتھر یا لکڑی لگادی جائے جو لحد میں مٹی گرنے سے بچاؤ کرے، پھر اس پر مٹی ڈالی جائے، مٹی ڈالتے وقت" بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلیٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" پڑھنا مستحب ہے۔ مٹی ڈالنے کے بعد قبر ایک بالشت کے برابر اونچی کر دی جائے اور اگر دستیاب ہو تو قبر کے اوپر کنکریاں ڈال دی جائیں اور پانی چھڑک دیا جائے۔

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کو چاہیے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوں اور میت کے لیے دعا کریں، کیونکہ نبی ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔'' (ابوداود)

❁ اگر کسی کو جنازہ کی نماز نہیں مل سکی تو اس کے لیے دفن کے بعد سے لے کر تقریباً ایک مہینے کے اندر اندر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہے، لیکن اگر میت کو دفن کئے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہو تو قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں؛ کیونکہ نبی ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ میت کو دفن کر دینے کے ایک مہینہ کے بعد آپ ﷺ نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی ہو۔

❁ میت کے گھر والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے لیے کھانا بنائیں؛ کیونکہ صحابی جلیل جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میت کو دفن کرنے کے بعد اہل میت کے گھر جمع ہونے اور (ان کا ہمارے لیے) کھانا تیار کرنے کو ہم لوگ نوحہ میں شمار کرتے تھے۔'' (احمد، ابن ماجہ)

البتہ اہل میت کے لیے یا ان کے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میت کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لیے مشروع ہے کہ وہ اہل میت کے لیے کھانا تیار کریں؛

کیونکہ جب نبی ﷺ کو ملک شام میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر ملی تو آپ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنائیں اور فرمایا: ''ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔''

میت کے گھر والوں کے ہاں ہدیہ کے طور پر جو کھانا آیا ہو، اس کھانے پر وہ اپنے پڑوسیوں وغیرہ کو بلا لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور ہمارے علم کے مطابق اس سلسلہ میں وقت کی شرعاً کوئی تحدید نہیں ہے۔

❁ عورت کے لیے کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، البتہ اپنے شوہر کے انتقال پر اس کے اوپر چار مہینہ دس دن سوگ منانا واجب ہے، لیکن اگر عورت حاملہ ہے تو ایسی صورت میں حمل جننے تک سوگ منائے گی، جیسا کہ نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

البتہ مرد کے لیے اپنے کسی عزیز وغیرہ کے انتقال پر سوگ منانا جائز نہیں۔

❁ مردوں کے لیے اہلِ قبور کے حق میں دعا کرنے، ان کے لیے رحمت طلب کرنے اور موت و مابعد الموت کو یاد کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً قبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((زُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الآخِرَةَ))

''قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔'' (مسلم)

نیز رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ دعا پڑھیں:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ، يَرْحَمِ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ))

''اے اس دیار کے مومنواور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے پاس یقیناً پہنچنے والے ہیں، ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جو پہلے جاچکے اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان سب پر رحم فرمائے۔'' (مسلم)

البتہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اوراس لئے بھی کہ عورتوں کے قبروں پر جانے میں فتنہ کا خطرہ ہے اوران سے بے صبری کے مظاہرہ کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے قبرستان تک جنازہ کے پیچھے جانا بھی جائز نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا ہے۔ البتہ میت پر مسجد یا نمازگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا مرد اور عورت سب کے لئے مسنون ہے۔

زکوٰۃ (*)

زکوٰۃ ہر اس مسلمان پر ایک فریضہ ہے جو نصاب بھر مال کا اس کے شروط کے ساتھ مالک ہے۔

اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیا ہے اور نبی ﷺ نے اسے لیا ہے اور اس شخص سے لینے کا حکم دیا ہے جس پر وہ واجب ہے، چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت، صحتمند ہو یا پاگل، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ (التوبة: ١٠٣)

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الأَرْضِ﴾ (البقرة : ٢٦٧)

''اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (المزمل: ٢٠)

'' اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو۔''

نیز رسول ﷺ کا فرمان ہے:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

(*) "تيسير الفقه" أ.د/ صالح بن غانم السدلان.

برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، خانۂ کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔" (متفق علیہ)

جن مالوں میں زکوٰۃ واجب ہے وہ یہ ہیں:

قیمتیں، چوپائے، زمین سے نکلنے والی چیزیں اور سامان تجارت۔

اولاً: قیمتیں، اور وہ: سونا، چاندی اور بینک نوٹس (کرنسیاں) ہیں:

جب سونے کا وزن بیس (۲۰) مثقال [۱] ہو جائے تو اس میں اڑھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ واجب ہے۔

اور جب چاندی دوسو (۲۰۰) درہم ہو جائے تو اس میں بھی اڑھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ واجب ہے۔

موجودہ بینک نوٹس (کرنسیوں) کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے گا، جب اس کی قیمت سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب [۲] کو پہنچ جائے، تو اس پر سال گزرنے کے بعد اڑھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ واجب ہوگی۔

❁ مردوں کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔ البتہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے، اسی طرح تلوار کے قبضہ پر زینت کے لیے چاندی کی گرہ لگانا وغیرہ بھی جائز ہے۔

ثانیاً: چوپایوں کی زکوٰۃ:

اونٹ، گائے اور بکری میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہے جب سال بھر یا سال کا بیشتر حصہ صحراؤں اور مباح چٹیل میدانوں میں چرتے ہوں، جب وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر سال گذر جائے تو ان کی زکوٰۃ نکالی جائے گی اگر وہ دودھ دوہنے اور افزائش نسل کے لیے

---

(۱) مثقال کا وزن تقریباً چار گرام ہوتا ہے۔

(۲) نصاب: اس مقدار کو کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

أ-بکریوں کا نصاب:

بکریوں کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
40–120	1 بکری
121–200	2 بکریاں
201	3 بکریاں
پھر اس کے بعد ہر ایک سَو بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے	

ب- گایوں کا نصاب :

گائے کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
30–39	1 تبیع یا تبیعہ (گائے کا ایک سالہ نر یا مادہ بچھڑا)
40–59	1 مسنہ (گائے کا دو سالہ مادہ بچھڑا)
60	2 تبیعہ
پھر اس کے بعد ہر تیس گایوں میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ واجب ہے۔	

ج- اونٹ کا نصاب :

اونٹ کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
5–9	1 بکری

اونٹ کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
14–10	2 بکریاں
19–15	3 بکریاں
24–20	4 بکریاں
35–25	1 بنت مخاض (اونٹنی کا ایک سالہ مادہ بچہ)
45–36	1 بنت لبون (اونٹنی کا دوسالہ مادہ بچہ)
60–46	1 حقہ (اونٹنی کا تین سالہ مادہ بچہ)
75–61	1 جذعہ (اونٹنی کا چارسالہ مادہ بچہ)
90–76	2 بنت لبون
120–91	**2** حقہ
121	**3** بنت لبون
پھر ہر چالیس بکریوں میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس بکریوں میں ایک حقہ زکوٰۃ واجب ہے۔	

❁ اگر چوپائے ''اونٹ، گائے اور بکری'' تجارت اور بڑھوتری کے لیے رکھے گئے ہیں اوران پر ایک سال گذر جاتا ہے تو ان کی قیمت کا اندازہ لگا کر اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

اور اگر تجارت کے لیے نہیں ہیں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

زکوٰۃ میں مادہ جانور ہی لیا جائے گا اور گائے کی زکوٰۃ کے علاوہ میں نر جانور کفایت نہیں کرے گا، نیز بنت مخاض کے بدلے ابن لبون (اونٹنی کا دوسالہ نر بچہ)، یا حِق (اونٹنی کا تین سالہ نر بچہ) یا

جذع (اونٹنی کا چار سالہ نر بچہ) کفایت کرے گا، یا جب پورا نصاب ہی نر جانوروں پر مشتمل ہو تو نر جانور ہی زکوٰۃ میں لیا جائے گا۔

تیسرا : زمینی پیداوار کی زکوٰۃ

تمام غلوں (اناج) میں زکوٰۃ واجب ہے، اور ہر اس پھل میں جسے ناپا جاتا اور ذخیرہ کیا جاتا ہے جیسے کھجور اور کشمش، اور اس میں نصاب کی تکمیل کا اعتبار کیا جائے گا جس کی مقدار تین سو (۳۰۰) صاع نبوی ہے یعنی جو تقریباً چھ سو چوبیس (۶۲۴) کلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔

❁ ایک ہی سال کے پھلوں کو اگر وہ ایک ہی جنس کے ہیں تو نصاب کی تکمیل کے لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا، بطور مثال کھجور کے انواع واقسام۔

غلہ جات اور پھلوں کی زکوٰۃ میں واجب مقدار:

۱- جو بغیر محنت ومشقت کے مثلاً بارش کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو، اس میں عشر (دسواں حصہ یا دس فیصد) زکوٰۃ واجب ہے۔

۲- جو محنت ومشقت کے ذریعہ جیسے کنوے کے پانی سے سینچا گیا ہو، اس میں بیسواں حصہ (پانچ فیصد) زکوٰۃ واجب ہے۔

۳- جو کبھی محنت ومشقت کے ذریعہ اور کبھی بغیر محنت ومشقت کے سینچا گیا ہو، تو اس میں تین چوتھائی عشر (ساڑھے سات فیصد) زکوٰۃ واجب ہے۔

❁ زکوٰۃ اس وقت واجب ہے جب دانہ پک جائے اور جب پھل کا پکنا ظاہر ہو جائے۔

❁ جب سبزی اور پھل تجارت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن جب اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال کا عرصہ گذر جائے تو اس کی قیمت سے اڑھائی فیصد (سامان تجارت کے زکوٰۃ کے طور پر) نکالا جائے گا۔

❁ سمندر سے نکلنے والی چیزوں جیسے موتی، مونگا اور مچھلیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، البتہ اگر وہ

تجارت کے لیے ہوں تو نصاب کو پہنچنے اور اس پر سال بھر گذرنے پر ان کی قیمت سے اڑھائی فیصد نکالا جائے گا۔

❁ ''رکاز'' یعنی زمین میں مدفون خزانہ، اس میں پانچواں حصہ (بیس فیصد) زکوٰۃ واجب ہے چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، اور اسے مال فئ کے مصرف میں خرچ کیا جائے گا اور باقی ماندہ حصہ (۸۰ / فیصد) اس کو پانے والے کے لیے ہوگا۔

چوتھا: سامان تجارت

جو چیزیں حصول منافع کے مقصد سے خرید وفروخت کے لیے تیار کی گئی ہوں انہیں سامان تجارت کہا جاتا ہے، جیسے زمین وجائداد، مویشی، اشیائے خوردونوش اور مشینری وغیرہ۔

❁ جب سامان تجارت نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال کا عرصہ گذر جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اور اس کی قیمت کا اندازہ اس چیز سے لگایا جائے گا جو غریبوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو، اور مکمل قیمت سے اڑھائی فیصد نکالا جائے گا، اور سامان تجارت کا زکوٰۃ بذات خود سامان تجارت ہی سے اڑھائی فیصد نکالنا جائز ہے۔

❁ اگر سامان تجارت سے صرف اقتنا (یعنی اپنے پاس رکھنے) کی نیت ہے تجارت کی نہیں، تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

❁ مویشیوں سے پیدا ہونے والے بچوں اور تجارت کے فوائد کا سال گذرنا، ان کے اصل کا سال گذرنا ہے اگر وہ نصاب کو پہنچا ہوا ہے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں:

زکوٰۃ ہر آزاد، نصاب کے مالک مسلمان پر فرض ہے جو کہ مستقل طور پر اس کا مالک ہو، اور اس پر ایک سال گذر جائے سوائے عشر والی چیزوں کے۔

زکوٰۃ کا نکالنا :

أ-زکوٰۃ نکالنے کا وقت:

نذر اور کفارہ کی طرح زکوٰۃ کا فوراً نکالنا واجب ہے، کیونکہ مطلق طور پر کسی چیز کا حکم اسے فوراً کرنے کے لیے ہوتا ہے، اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَآتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرة:٤٣) ''اور زکوٰۃ دو۔''

نیز اس کے لیے ضرورت کے وقت تک کے لیے اور کسی قریبی اور پڑوسی کے لیے اسے مؤخر کرنا جائز ہے۔

ب -زکوٰۃ روکنے والے کا حکم:

جس شخص نے جان بوجھ کر قصداً زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کیا تو وہ کافر ہے اگر چہ وہ زکوٰۃ نکالنے والا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس نے اللہ کی، اس کے رسول کی اور اجماعِ امت کی تکذیب کی، ایسے شخص سے توبہ کروایا جائے گا اگر اس نے توبہ کرلیا تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔ اور جس شخص نے بخیلی اور لاپرواہی کرتے ہوئے زکوٰۃ روک لیا تو اس سے زکوٰۃ لی جائے گی اور اس کے حرام کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

کمسن اور پاگل شخص کی طرف سے ان کا سرپرست زکوٰۃ نکالے گا۔

ج -زکوٰۃ نکالتے وقت مسنون باتیں:

١-زکوٰۃ کا اظہار کرنا مسنون ہے تا کہ اس سے تہمت ختم ہو جائے۔

٢-وہ بذات خود اسے تقسیم کرے تا کہ زکوٰۃ کا اس کے حقدار تک پہنچنا متحقق ہو جائے۔

٣-زکوٰۃ دیتے وقت یہ دعا پڑھے: ''اللهم اجعلها مغنماً و لا تجعلها مغرماً''

اے اللہ! تو اسے غنیمت اور باعث ثواب بنا، اور اسے قرض اور تاوان نہ بنا (کہ اس پر کوئی ثواب نہ ملے)۔

۴-زکوٰۃ لینے والے کے لیے یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

" آجرك الله فيما أعطيت. بارك لك فيما أبقيت وجعله لك طهوراً"

تو نے جو کچھ دیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ تجھے اجر سے نوازے، جو کچھ تو نے باقی رکھا ہے اس میں تجھے برکت دے اور اسے تیرے لیے پاکی کا سبب بنائے۔

۵-اسے ان رشتہ دار فقراء کو دینا مسنون ہے جن کا اس پر نان ونفقہ لازم نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف:

زکوۃ کے حقدار لوگ جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے آٹھ ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہیں:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

''صدقے (زکوٰۃ) صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔(التوبۃ:٦٠)

اور وہ درج ذیل ہیں:

اول: **فقراء**: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی کفایت کی روزی میں سے صرف تھوڑی چیز یعنی نصف سے بھی کم میسر ہوتی ہے۔

دوم: **مساکین**: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی کفایت کی آدھی یا اس سے زیادہ روزی میسر ہوتی ہے۔

تیسرا: **کارکنانِ زکوٰۃ**: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی کرنے والے اور اس کی حفاظت

ونگہداشت کرنے والے ہیں جبکہ ان کی کوئی تنخواہ مقرر نہ ہو۔

چوتھا: **وہ لوگ جن کے دلوں کی تالیف (دلجوئی) مقصود ہو**، اس سے مراد اپنی قوموں کے سردار ہیں، ان میں سے جس کے اسلام لانے کی، یا اس کے شر کے رکنے کی امید کی جاتی ہو، یا اسے دینے سے اس کے ایمان کی مضبوطی وپختگی، یا اس جیسے دوسرے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو۔

پانچواں: **گردن آزاد کرانا**، یہ وہ مُکاتَب غلام ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں سے خرید لیا ہو (یعنی کچھ معاوضہ دے کر اپنے مالک سے آزادی کا معاہدہ طے کر رکھا ہو)۔

چھٹا: **قرض دار**: **اور یہ دو طرح کے ہیں**:

۱- آپس میں اصلاح کرانے کی وجہ سے قرض دار ہو گیا ہو۔

۲- اپنے نفس کی وجہ سے قرض دار ہوا ہو بایں طور کہ اس نے قرض اٹھایا ہو اور اس کے پاس اپنے قرض کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو۔

ساتواں :**فی سبیل اللہ** (اللہ کے راستہ میں)، اس سے مراد رضا کار غازی ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، نیز دعوت الی اللہ اور جس سے اس پر مدد حاصل ہو اور دعوتی کاز کو سپورٹ فراہم ہو۔

آٹھواں :**ابن سبیل** (مسافر)، اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سفر منقطع ہو گیا ہو یعنی دورانِ سفر اس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو اور اپنے شہر (وطن) تک پہنچنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ ہو۔

❁ ❁ ❁

روزہ (*)

اس سلسلے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورة البقرة :۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

رمضان کا روزہ ماہ رمضان کے چاند کی رویت یا شعبان کے تیس دن پورا کرنے پر ہر:

۱- مسلمان ۲- بالغ

۳- عاقل ۴- اور روزے پر قادر شخص

پر رکھنا واجب ہے.

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو، اور جب چاند دیکھ لو تو روزہ توڑو، اگر تم پر بدلی ہو تو اس کا اندازہ کرو۔" (متفق علیہ)

ایک حدیث میں یہ ہے کہ: ((فاقدروا له ثلاثين)) "تیس دن کا اندازہ لگاؤ۔"

اور اسی طرح ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: ((فأكملوا عدة شعبان ثلاثين))

" تم شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ " (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

رمضان کے چاند کی ایک عادل شخص کی رویت سے ہی روزہ رکھا جائے گا، جبکہ بقیہ مہینوں میں کم سے کم دو عادل کی رویت ہی قابل قبول ہوگی، اور فرض روزوں کی نیت رات سے ہی کرنا واجب ہے اور نفل کے لیے دن میں نیت کرنا درست ہے۔

(*) "منهاج السالكين" للعلامة السعدی.

وہ مریض جس کو روزہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور مسافر: دونوں کے لیے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

حیض اور نفاس والی عورتوں پر روزہ رکھنا حرام ہے، اور بعد میں ان پر قضا کرنا واجب ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں: جب اپنے بچوں پر خوف محسوس کریں، تو وہ دونوں روزہ نہیں رکھیں گی، اور بعد میں ان کی قضا کریں گی اور ساتھ ہی ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گی۔

بڑھاپے یا ایسی بیماری کی وجہ سے جس سے شفایابی کی امید نہ ہو، روزہ رکھنے سے عاجز آدمی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔

جس آدمی نے روزہ کی حالت میں:

۱-کھانے ۲-یا پینے ۳-یا جان بوجھ کر الٹی کرنے

۴- یا سینگی لگوانے. ۵- یا مباشرت کی وجہ سے منی خارج کرنے.

کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، تو ایسے آدمی پر صرف روزہ کا قضا کرنا واجب ہے.

لیکن اگر کسی آدمی نے ہمبستری کر کے روزہ توڑ دیا، تو ایسا شخص روزے کی قضا کرنے کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ادا کرے گا اور کفارہ کی تین صورتیں ہیں:

- ایک غلام آزاد کرے.
- اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کا روزہ رکھے.
- اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

''جو آدمی روزہ کی حالت میں بھول چوک کر کچھ کھالے یا پی لے، تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ مکمل کرے کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔" (متفق علیہ)

نیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لوگ ہمیشہ خیر و بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔" (متفق علیہ)

نیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " سحری کھایا کرو؛ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ " (متفق علیہ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے، اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے، کیونکہ یہ (پانی) پاکیزہ ہے۔" (اس حدیث کو ائمہ خمسہ یعنی احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنے، اس پر عمل کرنے اور نادانی سے باز نہ آئے، تو اللہ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پانی چھوڑ دے۔"(بخاری)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص کا انتقال ہو گیا اور اسکے ذمہ فرض روزے باقی ہیں، تو اس کا ولی (سرپرست) اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔"(بخاری و مسلم)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''یہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ (صغیرہ) کو مٹا دیتا ہے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''یہ گزشتہ سال کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔'' نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اسی دن میری پیدائش ہوئی، اسی دن میری بعثت ہوئی، یا اسی دن میرے اوپر (قرآن) نازل ہونا شروع ہو۔''(مسلم)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال

کے چھ روزے رکھے، تو یہ زمانے بھر کا روزہ رکھنے کی طرح ہے۔'' (مسلم)

ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ہر مہینے کے تین دن: تیرہوے، چودہوے اور پندرہوے (دن) کا روزہ رکھیں۔" (نسائی، ترمذی، احمد)

نیز ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔'' (متفق علیہ)

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایام تشریق (ذوالحجہ کی ۱۱،۱۲،۱۳ر تاریخ) کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکرواذکار کرنے کے دن ہیں۔'' (مسلم)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، مگر یہ کہ ایک دن اس سے پہلے یا ایک دن اس کے بعد بھی روزہ رکھے۔'' (متفق علیہ)

نیز فرمایا: " جس نے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے ارادے سے رمضان کا روزہ رکھا، اسکے گزشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے". (متفق علیہ)

اور "جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے قیام اللیل یعنی تراویح کا اہتمام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔" (مسلم)

اور" جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے قدر کی رات کا اہتمام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ " (متفق علیہ)

نیز "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوگیا، اور اس کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا۔ " (متفق علیہ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی۔" (متفق علیہ)

عمرہ کا طریقہ (*)

❁ جب آدمی عمرہ کرنے کے ارادے سے میقات پر پہنچے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ غسل کرے اور صفائی وستھرائی حاصل کرے۔ نیز اسی طرح عورت بھی کرے گی گرچہ وہ حیض یا نفاس والی ہی کیوں نہ ہو، ہاں مگر وہ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے اور غسل کرلے۔

آدمی اپنے احرام کے لباس کے علاوہ اپنے جسم میں خوشبو لگا سکتا ہے۔ اگر میقات پر غسل کرنا میسر نہ ہوسکے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ممکن ہے تو اس کے لیے مکہ پہنچ کر طواف سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔

آدمی تمام سلے ہوئے کپڑے اتار دے اور ایک لنگی اور چادر پہن لے، اور مستحب ہے کہ وہ دونوں سفید اور صاف ستھرے ہوں، البتہ عورت اپنے معمول کے لباس (۱) میں ہی احرام باندھے گی جس میں زینت اور شہرت نہ پائی جائے۔

❁ پھر اپنے دل سے عبادت (عمرہ) میں داخل ہونے کی نیت کرے، اور اپنی زبان سے "لبيك عمرة " یا "اللهم لبيك عمرة" کہے، اگر محرم کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ بیماری یا دشمن کے خوف کی وجہ سے اپنے نسک کو نہیں ادا کر سکے گا، تو اس کے لیے اپنے احرام کی نیت کرتے وقت شرط لگانا مشروع ہے، چنانچہ وہ کہے کہ:

((فإن حبسني حابس فمحلي حيث حبستني))

(*) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۱۷/۴۲۵-۴۳۰).

(۱) البتہ نقاب، برقع اور دستانے نہیں پہنے گی، لیکن غیر محرم کے سامنے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیگر کپڑے سے چھپائے گی۔

یعنی اگر مجھے کوئی روکنے والا روک دے تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تلبیہ پڑھے:

" لبيك اللهم لبيك ، لبيك لاشريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك ، والملك لاشريك لك"

کثرت سے یہ تلبیہ پکارے اور زیادہ سے زیادہ اللہ سبحانہ کا ذکر واذکار اور اس سے دعا کرے۔

❁ خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر تلبیہ بند کر دے، پھر حجر اسود کا قصد کرے اور اس کا استقبال کرے، پھر دائیں ہاتھ سے اس کا استلام کرے یعنی چھوئے اور ممکن ہو تو اس کا بوسہ دے، لیکن لوگوں کو دھکا دیکر تکلیف نہ پہنچائے اور اس کو چھوتے وقت "بسم الله، الله أكبر " کہے، اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو اس کو ہاتھ سے یا لاٹھی وغیرہ سے چھوئے، اور جس چیز سے چھوا ہے اس کو چومے، اگر استلام (چھونا) بھی دشوار ہو جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے اور " الله أكبر " کہے، اور جس سے اشارہ کیا ہے اس کو نہ چومے۔

طواف کے درست ہونے کے لیے شرط ہے کہ طواف کرنے والا حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہو، کیونکہ طواف نماز ہی کی طرح ہے مگر اس میں گفتگو اور بات چیت کی رخصت ہے۔

❁ محرم شخص بیت اللہ کو طواف کی حالت میں اپنے بائیں جانب کر لے اور اس کے گرد سات چکر لگائے، اور جب رکن یمانی کے بالمقابل پہنچے تو ممکن ہو تو دائیں ہاتھ سے اس کا استلام کرے، لیکن اس کا بوسہ نہ دے۔ اگر اس کا استلام کرنا دشوار ہو تو اسے چھوڑ دے اور اپنے طواف کو جاری رکھے، نہ اس کی طرف اشارہ کرے اور نہ ہی تکبیر کہے، کیونکہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے.

جہاں تک حجر اسود کا تعلق ہے تو جب بھی اس کے بالمقابل ہو تو (آسانی ہونے کی صورت میں) اس کا استلام کرے اور بوسہ دے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے، ورنہ اس کی جانب اشارہ کرے

اور تکبیر کہے۔

اور طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں بالخصوص آدمی کیلئے رمل کرنا مستحب ہے (رمل کہتے ہیں کہ: چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیزی سے چلنا) اسی طرح طواف قدوم کے تمام چکروں میں آدمی کے لیے اضطباع کرنا مستحب ہے، اضطباع یہ ہے کہ: چادر کا درمیانی حصہ اپنے داہنے مونڈھے کے نیچے کرلے اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال لے۔

طواف کے تمام چکروں میں کثرت سے ذکر واذکار کرنا اور جو بھی میسر ہو دعا کرنا مستحب ہے۔ اور طواف میں کوئی مخصوص دعا اور کوئی مخصوص ذکر نہیں ہے، بلکہ جو بھی اذکار اور دعائیں میسر ہوں ان کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرے اور دعا کرے، البتہ دونوں رکنوں کے درمیان ہر چکر میں ﴿ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار﴾ کہے، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور اگر ہو سکے تو ساتواں چکر حجر اسود کا استلام کرکے اور اس کا بوسہ دیکر ختم کرے، یا ابھی مذکور تفصیل کے مطابق تکبیر کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے۔ اس طواف سے فارغ ہونے کے بعد اپنی چادر کو پہن لے یعنی اس کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے اور دونوں کناروں کو اپنے سینے پر کرلے۔

❁ پھر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، اگر یہ ناممکن ہو تو انہیں مسجد حرام میں کسی بھی جگہ پڑھ لے۔ ان میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں: "قل يا أيها الكافرون" اور دوسری رکعت میں: "قل هو الله أحد" پڑھے گا، یہی افضل ہے اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے . پھر دونوں رکعتوں سے سلام پھیرنے کے بعد اگر ہو سکے تو حجر اسود کا قصد کرے۔

❁ پھر صفا پہاڑی کی طرف جائے اور اس پر چڑھ جائے یا اسکے پاس ہی ٹھہرے، البتہ چڑھنا افضل ہے، اور اللہ کے اس قول کو پڑھے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّهِ فَمَنْ حَجَّ

الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾
(سورة البقرة :١٥٨)

"صفا اور مروہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں، اسلئے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں، اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدر دان ہے اورانھیں خوب جاننے والا ہے۔ "

اوراس کے لیے مستحب ہے کہ قبلہ کو سامنے کرے اور اللہ کی حمد وتکبیر بیان کرے اور یہ دعا پڑھے: " لاإلہ إلا اللہ ، واللہ أکبر، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ،لہ الملك ولہ الحمد وھوعلی کل شیء قدیر، لاالہ الا اللہ وحدہ أنجزوعدہ ونصرعبدہ وھزم الأحزاب وحدہ."

پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جو کچھ ممکن ہو دعا کرے، اوراس ذکر اور دعا کو تین بار کرے۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلے یہاں تک کہ پہلے ہرے نشان تک پہنچے تو آدمی تیزی سے چلے یہاں تک کہ دوسرے ہرے نشان تک پہنچ جائے۔ البتہ عورت کے لئے دوڑنا جائز نہیں، اس لئے کہ عورت سراپا پردہ ہے۔ پھر عام رفتار سے چلے اور مروہ پر چڑھ جائے یا اس کے پاس کھڑا ہو جائے، لیکن اگر ہو سکے تو چڑھنا افضل ہے۔ اور مروہ پر بھی وہی کچھ کہے اور کرے جو کچھ اس نے صفا پر کیا اور کہا تھا۔ پھر وہاں سے اترے اور چلنے کی جگہ میں چلے اور دوڑنے کی جگہ میں دوڑے، یہاں تک کہ صفا تک پہنچ جائے، اسی طرح وہ سات مرتبہ کرے، اس کا جانا ایک چکر اور واپس آنا دوسرا چکر شمار ہوگا۔ اگر سوار ہو کر سعی کرے تو کوئی حرج نہیں بالخصوص ضرورت کے وقت۔

اس کے لیے سعی کے دوران کثرت سے ذکر و دعا کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح اس کو حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا چاہیے، اگر وہ بغیر طہارت کے سعی کرے تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا۔

۞ جب سعی مکمل کر لے تو آدمی اپنے سر کا حلق یا قصر کرائے، البتہ حلق کروانا افضل ہے۔ اگر

اس کا مکہ آنا حج کے وقت کے قریب ہوتو اس کے لئے قصر کروانا افضل ہے تا کہ بقیہ سر کا حج میں حلق کروائے۔

البتہ عورت اپنے بال کو اکٹھا کر کے اس میں سے ایک انگلی کے پور کے برابر یا اس سے کچھ کم بال کاٹے گی۔ مذکورہ اعمال کرنے کے بعد الحمد للہ محرم کا عمرہ پورا ہوگیا اور اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہوگئی تھی۔

حج کا طریقہ (*)

حج کی تین قسمیں ہیں: تمتع، افراد، قران۔

تمتع : حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کا احرام باندھے، مکہ پہنچ کر عمرہ کے لیے طواف اور سعی کرے اور سر کے بالوں کو منڈا لے یا چھوٹے کروالے، جب یوم الترویہ یعنی ذوالحجہ کا آٹھواں دن ہو تو صرف حج کا احرام باندھے اور اس کے تمام اعمال کی ادائیگی کرے۔

افراد: صرف حج کا احرام باندھے، مکہ پہنچ کر طواف قدوم کرے اور حج کے لیے سعی کرے، اور اپنے سر کے بالوں کو نہ تو منڈائے اور نہ چھوٹے کروائے، اور نہ ہی اپنے احرام سے حلال ہو، بلکہ اپنے احرام پر باقی رہے یہاں تک کہ عید کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد حلال ہو، اور اگر حج کی سعی کو حج کے طواف کے بعد تک موخر کردے تو کوئی حرج نہیں۔

قران : عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے، یا پہلے عمرہ کا احرام باندھے پھر اس کے طواف کا آغاز کرنے سے پہلے اس پر حج کی نیت داخل کرلے۔

(*) "المنهاج فی الحج" للعلامة ابن عثيمين.

حج قران کرنے والے کا کام بھی حج افراد کرنے والے کے کام ہی کی طرح ہے، البتہ قران کرنے والے پر ہدی (جانور کی قربانی) واجب ہے اور افراد کرنے والے پر ہدی (قربانی) نہیں ہے۔

ان تینوں قسموں میں سے تمتع سب سے افضل ہے، اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو اسی کا حکم دیا تھا اور انہیں اسی پر ابھارا تھا، یہاں تک کہ اگر انسان حج قران یا افراد کا احرام باندھ لیا ہو تب بھی اس کے لیے تاکید یہی ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ میں بدل دے تاکہ تمتع کرنے والا ہو جائے، گرچہ وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو چکا ہو؛ کیونکہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال جب طواف اور سعی سے فارغ ہو گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی تھے تو آپ نے ہر اس شخص کو جس کے پاس ہدی (قربانی) کا جانور نہیں تھا یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ میں بدل دے اور سر کے بالوں کو چھوٹے کروا کر حلال ہو جائے (اور احرام اتار دے) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔''

حج کے اعمال کا اجمالی بیان :

❁ پہلے دن یعنی ۸؍ذوالحجہ کے اعمال:

۱- اپنی جگہ سے حج کا احرام باندھے، چنانچہ غسل کرے، خوشبو لگائے اور احرام کا کپڑا پہن لے اور کہے: لبيك حجاً، لبيك اللهم لبيك ، لبيك لاشريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك ، والملك لاشريك لك.

۲- منیٰ کا رخ کرے اور وہاں نویں ذوالحجہ کے سورج طلوع ہونے تک باقی رہے، وہاں آٹھ ذوالحجہ کو ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور (۹؍ذوالحجہ کی) فجر کی نماز پڑھے، ہر نماز کو اس

کے وقت پر پڑھے، اور چار رکعت والی نماز کو قصر کرے۔

❁ دوسرے دن یعنی ۹/ذوالحجہ کے اعمال:

۱-سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ جائے، وہاں ظہر اور عصر کی نماز قصر اور جمع تقدیم کے ساتھ پڑھے، اگر آسانی ہو تو زوال سے پہلے نمرہ میں اترے۔

۲-نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سورج غروب ہونے تک ذکر اور دعا کے لیے فارغ ہو جائے۔

۳-سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائے اور وہاں پہنچ کر تین رکعت مغرب کی نماز اور دو رکعت عشاء کی نماز پڑھے، اور فجر طلوع ہونے تک وہاں رات بتائے۔

۴-طلوع فجر کے بعد فجر کی نماز پڑھے، پھر ذکر اور دعا کے لیے فارغ ہو جائے یہاں تک کہ صبح پوری طرح واضح ہو جائے۔

۵-سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے۔

❁ تیسرے دن یعنی ۱۰/ذوالحجہ (یوم عید) کے اعمال:

۱- منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ جائے اور اسے پے در پے یکے بعد دیگرے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔

۲- اگر اس کے پاس ہدی (قربانی کا جانور) ہے تو اسے ذبح کرے۔

۳-اپنے سر کے بالوں کو منڈائے یا چھوٹا کروائے، اور اس کے ذریعہ اسے تحلل اول (تحلل اصغر) حاصل ہو جائے گا، پھر وہ اپنا کپڑا پہن لے اور خوشبو لگائے، اور اب اس کے لیے عورتوں کے علاوہ تمام محظورات احرام جائز ہو گئے۔

۴- مکہ جا کر طواف افاضہ کرے، اور یہی حج کا طواف ہے، اور صفا و مروہ کے بیچ حج کے لیے سعی کرے اگر وہ متمتع ہے، اسی طرح اگر وہ غیر متمتع ہے اور طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی تو اب سعی کرے۔

اس طرح اسے دوسرا تحلل (تحلل اکبر) حاصل ہو جائے گا اور اس کے لیے عورت سمیت تمام ممنوعات احرام حلال ہو جائیں گے۔

۵- منیٰ واپس جا کر وہاں گیارہویں ذوالحجہ کی رات گذارے۔

❁ چوتھے دن یعنی ۱۱/ ذوالحجہ کا کام:

۱- تینوں جمرات کی رمی کرے، پہلے جمرہ کی پھر درمیانی جمرہ کی پھر جمرہ عقبہ کی، ہر ایک جمرہ کو پے درپے سات کنکریاں مارے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے، نیز زوال کے بعد رمی کرے اس سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں، پہلے اور دوسرے جمرہ کو رمی کرنے کے بعد ٹھہر کر دعا کرے۔

۲- بارہویں ذوالحجہ کی رات کو منیٰ میں گذارے۔

❁ پانچویں دن یعنی ۱۲/ ذوالحجہ کے اعمال:

۱- چوتھے دن کی طرح تینوں جمرات کو کنکری مارے۔

۲- اگر جلدی کرنا چاہتا ہے تو سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے کوچ کر جائے، یا اگر تاخیر کرنا چاہتا ہے تو منیٰ میں رات گذارے۔

❁ چھٹے دن یعنی ۱۳/ ذوالحجہ کے اعمال:

یہ دن اس آدمی کے ساتھ خاص ہے جو تاخیر کرتا ہے، اور وہ اس دن درج ذیل کام کرے گا:

۱- پہلے دودنوں کی طرح تینوں جمرات کوکنکری مارے۔

۲-اس کے بعد منیٰ سے کوچ کر جائے۔

اورآخری کام سفر کرنے کے وقت طواف وداع کرنا ہے،و الله أعلم.

مسجد نبوی کی زیارت:

حج [۱] سے پہلے یااس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی زیارت کرنا مسنون ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میری اس مسجد (نبوی) میں ایک (وقت کی) نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔" (بخاری ومسلم)

اورابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے ماسوادوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔"(مسلم)

زائر کے لیے مستحب ہے کہ روضہ شریفہ میں کثرت سے نوافل کا اہتمام کرے کیونکہ اس کی فضیلت میں صحیح حدیث واردی ہوئی ہے اوروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ:" میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔"(بخاری ومسلم)

جہاں تک فرض نمازوں کی بات ہےتو زائرین اور دیگرلوگوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ روضہ سے آگے بڑھ کرحسب استطاعت پہلی صف میں نماز پڑھنے کا اہتمام کریں، اگرچہ سامنے کے اضافہ شدہ حصے میں ہی کیوں نہ ہو،کیونکہ صحیح احادیث کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی صف کے بارے میں ترغیب وارد ہے۔

---

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۱۶/۹۹-۱۱۰)

اور کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے حجرے (کی جالیوں) کو چھوئے یا اس کا بوسہ دے یا اس کا طواف کرے کیونکہ سلف صالحین سے اس طرح کی چیزوں میں سے کچھ بھی منقول نہیں ہے، بلکہ یہ تمام چیزیں منکر بدعات میں سے ہیں۔

اور بعض زائرین جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آواز بلند کرتے ہیں اور وہاں پر دیر تک کھڑے رہتے ہیں تو یہ خلاف شرع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (سورة الحجرات:۲-۳)

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔"

اور اسی طرح بعض زائرین اور دوسرے لوگ جو آپ کی قبر کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، تو یہ سب سلف صالحین یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے متبعین کے طریق کار کے بالکل خلاف ہے، بلکہ یہ نئی ایجاد کر لی گئی بدعات میں سے ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقۂ کار) کو لازم

پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور اسے دانتوں سے جکڑ لو اور نئی ایجاد کی ہوئی باتوں سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی ایجاد کی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (احمد، ابوداود)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس آدمی نے ہمارے اس امر (دین) میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے امر دین کے خلاف ہے، تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔''

اور اسی طرح بعض زیارت کرنے والے آپ پر سلام بھیجتے وقت نماز پڑھنے والے کی ہیئت وکیفیت کی طرح اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر یا اس کے نیچے رکھ لیتے ہیں، تو یہ ہیئت وکیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے وقت جائز ہے اور نہ ہی آپ کے علاوہ دیگر بادشاہوں اور لیڈروں وغیرہ پر سلام پڑھتے وقت، کیونکہ یہ عاجزی وانکساری، اطاعت وانقیاد اور عبادت کی ہیئت وکیفیت ہے جو صرف اللہ کے لیے ہی جائز ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے اندر علماء سے نقل کیا ہے اور اس معاملے میں غور وفکر کرنے والے کے لیے معاملہ بالکل واضح اور عیاں ہے بشرطیکہ اس کا مقصد سلف صالحین کے راستے کی پیروی کرنا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت:

نبی (۱) کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا نہ واجب ہے اور نہ ہی حج کے شرائط میں سے ہے جیسا کہ بعض عوام اور ان کے ہم مثل لوگ سمجھتے اور گمان کرتے ہیں، بلکہ یہ مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے یا اس سے قریب رہنے والے کے حق میں مستحب ہے۔

البتہ جو مدینہ منورہ سے دور ہے اس کے لیے قبر رسول کی زیارت کے مقصد سے رخت سفر

(۱) ''مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ'' (۱۶/۱۱۱-۱۱۴)

باندھنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اس کے لیے مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے رخت سفر باندھنا مسنون ہے، جب آدمی وہاں پہنچ جائے تو آپ کی قبر شریف اور صاحبین یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر کی زیارت، مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں داخل ہے۔ کیونکہ صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (اس سے برکت حاصل کرنے اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے) رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی۔''

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر یا آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی قبر کی زیارت کے مقصد سے رخت سفر باندھنا مشروع ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اس سے ضرور آگاہ کرتے اور اس کی فضیلت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ خیر خواہ، لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے، آپ نے رسالت کی واضح طور پر تبلیغ کی، اپنی امت کی ہر خیر وبھلائی کی جانب رہنمائی کی اور انہیں ہر شر وبرائی سے ڈرایا، ایسا (یعنی مشروع) کیوں کر ہوسکتا ہے جبکہ آپ نے تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کا رخت سفر باندھنے سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے: ''میری قبر کو عید مت بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، اور میرے اوپر درود بھیجتے رہو، کیونکہ تم کہیں بھی رہو مجھ تک تمہارا درود پہنچتا رہتا ہے۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر کو مشروع قرار دینا دراصل آپ کی قبر کو عید (تہوار) بنانے کا سبب ہے اور غلو ومبالغہ آمیزی کی جس ممنوع بات سے آپ ہمیشہ خوف کھاتے تھے اس کا وقوع پذیر ہونا ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنے کی مشروعیت کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اس محذور میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق ضعیف حدیثیں:

اول: ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کیا۔''

دوم: ''جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

سوم: ''جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی تو میں اللہ کے پاس اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔''

چہارم: ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

یہ اور اس قسم کی حدیثوں میں سے کچھ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

اگر ان میں سے کوئی بھی چیز ثابت ہوتی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر عمل کرنے، امت کے لیے اسے بیان کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے میں سب سے آگے ہوتے، کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر اور معزز لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے حدود کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے لیے سب سے زیادہ ناصح وخیر خواہ ہیں، لہٰذا جب ان حدیثوں میں سے کوئی بھی چیز ان سے منقول نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی حدیث صحیح بھی ہو جائے تو اس کو اس شرعی زیارت پر محمول کرنا واجب ہے جس میں صرف قبر کے قصد سے رخت سفر باندھنا نہ ہو، تا کہ دونوں طرح کی احادیث کے درمیان تطبیق ہو جائے، والله سبحانه وتعالى أعلم.

۞ ۞ ۞

خواتین کے مخصوص مسائل(*)

پہلا مسئلہ:

وِگ (مصنوعی بال) پر مسح کرنے کا حکم: ضرورت کے وقت وِگ پہننا جائز ہے۔ اگر عورت کو وگ پہننے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ وضو کرتے وقت اس پر مسح نہیں کرے گی؛ کیونکہ وہ نہ تو خمار (دوپٹہ) ہے اور نہ ہی خمار کے معنیٰ میں ہے، اور اس لیے بھی کہ براہ راست سر پر یا اس بال پر مسح کرنا ضروری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ:

نیل پالش: بعض خواتین اپنی ناخنوں پر پالش (مینیکور) لگا لیتی ہیں جو چمڑے تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہوتی ہے، یہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ اسے باوضو ہونے کی حالت میں لگانا شرط ہے، اور دوسری مرتبہ وضو کرتے وقت اسے زائل کر دینا چاہیے۔

تیسرا مسئلہ:

حیض: وہ خون ہے جو عورت کی شرمگاہ سے اس کی تندرستی کی حالت میں بغیر ولادت یا بکارت کے زائل ہونے کے سبب کے نکلتا ہے۔ بہت سے فقہاء کا خیال ہے کہ عورت کے نو سال کی عمر کو پہنچنے پر اس کا وقت شروع ہوتا ہے، اگر وہ اس عمر کو پہنچنے سے پہلے خون کو دیکھے تو وہ حیض کا خون شمار نہیں ہوگا بلکہ وہ کسی بیماری اور خرابی کا خون ہے، بسا اوقات ماہواری کا آنا آخری عمر تک جاری رہتا ہے اور غالب طور پر پچاس سال کی عمر کو پہنچنے پر ختم ہو جاتا ہے، اس خون کے چھ انواع ہیں: کالا، سرخ، پیلا، گدلا، ہرا، اور مٹیالا۔

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ایک رات، اوسط مدت پانچ دن، اکثر مدت پندرہ دن

(*) "تیسیر الفقه" أ. د. صالح غانم السدلان.

اور غالب مدت چھ یا سات دن ہے۔

دو حیض کے مابین کم از کم پاکی غالب طور پر تیرہ دن ہے، اور کبھی کبھار اس سے کم یا اس سے زیادہ بھی ہوتا ہے۔

حیض کی حالت میں نماز، روزہ، مسجد میں داخل ہونا، مصحف لے کر قرآن کی تلاوت، طواف اور ہمبستری کرنا ممنوع ہے، اسی طرح یہ بلوغت کی علامت بھی ہے۔

چوتھا مسئلہ:

نفاس: وہ خون جو بچہ جننے یا بچے کا بیشتر حصہ باہر نکلنے کے بعد عورت کی شرمگاہ سے نکلتا ہے، اور اگر اس حالت میں بچہ گر جاتا ہے تو اس کی خلقت واضح ہو چکی ہوتی۔

نفاس کی مدت: فی الغالب چالیس دن ہے، اور کم از کم مدت کی کوئی تعیین نہیں ہے۔ اگر عورت جڑواں بچے جنم دیتی ہے تو پہلے بچے کی پیدائش کے وقت سے نفاس کی مدت کا اعتبار ہوگا۔

نفاس کی وجہ سے بھی وہ چیزیں ممنوع ہو جاتی ہیں جو حیض کی وجہ سے ممنوع تھیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

پانچواں مسئلہ:

استحاضہ: حیض و نفاس کے ایام کے علاوہ دنوں میں عورت کے رحم کے نچلے حصہ سے خون کا بہنا، لہٰذا جو بھی خون حیض یا نفاس کے اکثر مدت سے زائد یا اس کے اقل مدت سے کم ہو، یا حیض آنے کی عمر -نو سال- سے پہلے جاری ہو وہ استحاضہ ہے۔

استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک دائمی حدث (ناپاکی) ہے جو نماز اور روزہ سے مانع نہیں ہے۔

مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔ نیز اس کے شوہر کے لیے اس سے صحبت کرنا

جائز ہے۔حاملہ عورت جو خون دیکھتی ہے اسے استحاضہ کے قبیل سے شمار کیا جاتا ہے۔

چھٹا مسئلہ:

عورت کے لیے بلاضرورت اپنے سر کے بال مونڈنے کی ممانعت ہے، نیز اس پر ابرو کے بال اکھیڑنا، گودنا گودوانا، اپنے بالوں میں کسی دوسرے کے بال جوڑنا، خوبصورتی کے لیے دانتوں کو گھسا کر ان میں دراز پیدا کرنا حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے والی اور کروانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔'' (اسے ائمہ سبعہ یعنی احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداود اور ابن ماجہ نے روات کیا ہے)۔

عورت کے لیے خوشبو استعمال کرنا حرام ہے، الا یہ کہ وہ اس کے شوہر کے لیے، یا عورتوں کے مابین ہو۔

ساتواں مسئلہ:

عورت کا ستر: اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورت سراپا ستر (چھپانے اور پردہ کرنے کی چیز) ہے، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ اجنبی مردوں سے پردہ کرے، نیز اس کے لیے اجنبی مردوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنا بھی جائز نہیں۔

عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، محرم وہ شخص ہے جس پر وہ کسی مباح سبب یعنی نسب، یا مصاہرت، یا رضاعت کے سبب ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

عورت نماز میں اپنے چہرے، اپنی دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ پورے جسم کو چھپائے گی، اور اگر اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز پڑھ رہی ہے تو مذکورہ اعضاء کو بھی چھپانا واجب ہے، نیز اس کے لیے اپنی ہتھیلیوں اور قدموں کو مطلق طور پر چھپانا مستحب ہے۔

ساتر لباس وہ ہے جو موٹا اور کشادہ (ڈھیلا) ہو، مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، اور نہ نقش ونگار والا ہو جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے، اور نہ ہی کافرہ عورتوں کے لباس کے مشابہ ہو اور

نہ ہی شہرت کا لباس ہو۔

آٹھواں مسئلہ:

عورت کی زینت وآرائش (بناؤ سنگھار): عورت کے لیے زینت وآرائش کی چیزوں میں سے کچھ حلال وجائز ہیں اور کچھ حرام ہیں، چنانچہ عورت کے لیے خوشبو، سونا، چاندی، ریشم اور زرد رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے، اور ایسی زینت وآرائش جس سے مقصود شہرت، فخر اور لوگوں کی نظروں کو متوجہ کرنا ہو، نیز ایسی خوشبو جس سے مہک نکل رہی ہو، اور نامحرم لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا حرام ہے۔

نواں مسئلہ:

عورت کی آواز ستر اور پردہ میں داخل نہیں ہے، الا یہ کہ جب وہ اسے نرم وخرام، باریک اور ہلکی کر کے اس کے ذریعہ لوگوں کو فتنے میں ڈالنے کی کوشش کرے اور اس میں مبالغہ سے کام لے، البتہ اس کا گانا (گلوکاری) حرام ہے، اور ہمارے زمانے میں بہت سے لوگ اس کے دلدادہ ہیں اور اسے لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور مال جمع کرنے کا وسیلہ بنالیا ہے۔ گانا مرد کے حق میں بھی حرام ہے، جبکہ عورتوں کے حق میں اس کی حرمت بہت سخت ہے۔ عورت کے لیے شادی اور عید کے مواقع پر جبکہ وہ خالص عورتوں کے بیچ، شرعی طور پر پسندیدہ الفاظ کے ذریعہ اور بغیر موسیقی (میوزک) کے ہو تو گانا جائز ہے۔

دسواں مسئلہ:

عورت اپنے کمسن بچے اور اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، اسی طرح اس کے لیے مردوں کی طرح جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن وہ جنازہ کے پیچھے اس کی مشایعت کے لیے نہیں جائے گی، اور اس کے لیے قبرستان کی زیارت کرنا ناجائز ہے، نیز اس کے لیے نوحہ کرنے، رخسار پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور بال اکھاڑنے سے ممانعت ہے، یہ ساری چیزیں جاہلیت کے امور

میں سے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ اور عورت کے لیے شوہر کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے، البتہ شوہر پر وہ چار ماہ دس دن واجبی طور پر سوگ منائے گی،سوگ کی مدت میں وہ شوہر کے گھر میں سکونت پذیر رہے گی اور زینت وآرائش اور خوشبو سے پرہیز کرے گی، نیز سوگ منانے کے لیے کوئی مخصوص لباس نہیں ہے۔

گیارہواں مسئلہ:

اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے جو سونا، چاندی جائز قرار دیا ہے، اس سے وہ عرف وعادت (رسم ورواج) کے مطابق زیب وزینت اختیار کرسکتی ہے، اور اسے اس بارے میں فضول خرچی اور فخر ومباہات سے اجتناب کرنا چاہیے، نیز عورت سونے، چاندی کے جو زیورات پہنتی ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اگر وہ روزانہ یا مناسبات پر استعمال ہوتا رہتا ہے۔

بارہواں مسئلہ:

عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر مروجہ عرف وعادت کے مطابق صدقہ وخیرات کرنا جائز ہے اگر اسے شوہر کی رضامندی کا علم ہے۔ نیز عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اگر وہ زکوٰۃ کے حقدار میں سے ہے۔ اگر اس کا شوہر بخیل ہے اس کا واجبی خرچ نہیں دیتا ہے، تو عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اتنا مال لینا جائز ہے جو عرف کے مطابق اس کے اور اس کے بچے کے لیے کافی ہو۔

تیرہواں مسئلہ:

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اگر اپنے اور اپنے بچوں کے اوپر، یا صرف اپنے اوپر نقصان کا اندیشہ ہو، تو ان کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے، اور اِن دونوں حالتوں میں ان کے اوپر صرف قضا واجب ہے، فدیہ نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ دونوں صرف اپنے بچوں پر نقصان کا خوف

محسوس کرتی ہیں، تو ان پر قضا اور فدیہ دونوں واجب ہے۔ یہ حکم حاملہ عورت کے متعلق ہے، جہاں تک دودھ پلانے والی عورت کا مسئلہ ہے تو اگر اس کا بچہ دوسری عورت کا پستان قبول کر لیتا ہے اور وہ اسے اس کے لیے اجرت پر رکھنے کی طاقت رکھتی ہے، یا اس کے پاس مال ہے جس سے دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر رکھا جا سکتا ہے، تو وہ اس کے لیے (دایہ) اجرت پر رکھے گی اور خود روزہ نہیں توڑے گی، اور جس عورت کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا گیا ہے، اس کا حکم مذکورہ امور میں ماں کے حکم کی طرح ہے۔ نیز عورت کے لیے اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ:

آدمی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو فرض حج سے منع کردے، جب اس کی بیوی حج کے لیے اجازت مانگے تو اسے اجازت دینا اور اس کے ساتھ تعاون کرنا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ کی ادائیگی کر سکے، اس پر ضروری ہے۔ جہاں تک نفلی حج کا تعلق ہے تو اگر اس سے اس کی مصلحت یا اس کے بچوں کی مصلحت پر فرق پڑتا ہے تو اس کے لیے اسے روک دینا جائز ہے۔

پندرھواں مسئلہ:

عورت حالت احرام میں اپنے روزمرہ کے کپڑے پہنے گی، اور حالت احرام میں ان چیزوں سے بچے گی:

۱- وہ کپڑا جس میں خوشبو لگی ہو۔ ۲- دستانے

۳- نقاب۔ (عورت کے منہ ڈھانکنے کا کپڑا جس میں آنکھوں کے لیے دو سوراخ ہوتے ہیں، اور اجنبی مردوں کی موجودگی میں چہرہ ڈھانکنا ضروری ہے)

۴- زرد رنگ کے کپڑے۔

سولھواں مسئلہ:

حیض ونفاس والی عورتیں غسل کرکے احرام باندھ لیں گی اورتمام مناسک کی ادائیگی کریں گی، البتہ پاک ہونے تک صرف خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گی، جب پاک ہوجائیں گی تو طواف کریں گی۔

سترھواں مسئلہ:

حاجی کے لیے تلبیہ کہنا مشروع ہے، مردلوگ بلند آواز سے تلبیہ کہیں گے اورخواتین آہستہ سے تلبیہ کہیں گی، عورت طواف اورسعی میں رمل نہیں کرے گی (یعنی تیز رفتار سے نہیں چلے گی)، نہ ہی بلند آواز سے دعا کرے گی اورنہ ہی حجراسود وغیرہ کے پاس مزاحمت کرے گی۔

اٹھارھواں مسئلہ:

حلق (سرکے بال منڈانا) اورتقصیر (سرکے بال چھوٹے کروانا) حج اورعمرہ کے مناسک (اعمال) میں سے ہیں، عورت کے لیے تقصیر کرنا مرد کے حلق کرنے کے قائم مقام ہے، کیونکہ عورت کے لیے اپنے سرکے بالوں کومنڈانا (حلق کرانا) جائز نہیں ہے، عورت کے تقصیر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر چوٹی سے انگلی کے پور کے برابر بال کاٹ لے گی، یا اگر چوٹی نہیں ہے تو اپنے بالوں کو اکٹھا کرکے انگلی کے پور کے برابر کاٹ لے گی۔

انیسواں مسئلہ:

اگرعورت کوجلد ہی حیض آنے کا خوف ہوتو اس کے لیے یوم النحر (۱۰/ ذوالحجہ) کوہی طواف افاضہ کرلینا مستحب ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض آنے کے خوف سے عورتوں کو یوم النحر ہی کو طواف افاضہ کرلینے کا حکم دیتی تھیں، اوراگرعورت طواف افاضہ کرچکی ہے اورمکہ سے روانہ ہوتے وقت وہ حائضہ ہوجائے تو ایسی صورت میں اس پرطواف وداع کرنا واجب نہیں ہے۔

بیسواں مسئلہ:

کسی مسلمان خاتون کے لیے کسی غیر مسلم سے شادی کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مشرک - کمیونسٹ، یا ہندو، یا کوئی دوسرا - ہو یا اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) میں سے ہو۔ کیونکہ آدمی کو اپنی بیوی پر نگرانی و سرپرستی کا حق حاصل ہے اور اس پر شوہر کی اطاعت واجب ہے، اور یہی ولایت (سرپرستی ونگرانی) کا مفہوم ہے، لہٰذا کسی کافر یا مشرک کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے لا اله الا الله، محمد رسول الله کی گواہی دینے والے پر سرپرستی اور تسلط حاصل ہو۔

اکیسواں مسئلہ:

کمسن بچے یا بچی، یا کم عقل جو تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، ان کی نگرانی اور نگہداشت کرنا حضانت کہلاتا ہے۔ کمسن بچے اور بچی کی حضانت کا حق ماں کا ہے اور اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا، اس کے بعد حضانت کا حق اس کی ماں کا ہے، پھر قرب ونزدیکی کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اس کی ماؤں کا حق ہے، پھر باپ کا حق ہے، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ اس کی ماؤں کا حق ہے، پھر دادا کا حق ہے پھر درجہ بدرجہ اس کی ماؤں کا حق ہے، پھر سگی بہن کا حق ہے، پھر ماں جائی بہن کا، پھر باپ جائی بہن کا، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ پھوپھیوں کا حق ہے، پھر خالاؤں کا حق ہے، پھر اس کی ماں کی خالاؤں کا، پھر اس کے باپ کی خالاؤں کا، پھر اس کے باپ کی پھوپھیوں کا، پھر اس کی بھتیجیوں کا، پھر اس کے چچاؤں اور پھوپھیوں کی بیٹیوں کا، پھر اس کے باپ کے چچاؤں کی بیٹیوں اور اس کے باپ کی پھوپھیوں کی بیٹیوں کا، پھر قرب ونزدیکی کے لحاظ سے درجہ بدرجہ باقی عصبہ کا، پھر اس کے ذوی الارحام، پھر حاکم کا حق ہے۔

باپ کے اوپر حضانت کی اجرت کا مطالبہ کرنے والے کو اس کی اجرت دینا واجب ہے، حاضنہ کے اندر بلوغت وعقل، تربیت کرنے کی قدرت، امانت، اخلاق اور اسلام کا

پایا جانا شرط ہے، نیز وہ شادی شدہ نہ ہو، اگر وہ شادی کر لیتی ہے تو اس کی حضانت کا حق ساقط ہو جائے گا۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے اس کے ماں باپ کے بیچ انتخاب کا اختیار دیا جائے اور ان میں سے جس کو وہ اختیار کر لیتا ہے اسی کے ساتھ رہے گا، سات سال کے بعد بچی کے متعلق اس کا باپ زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اسے اپنے حوالے کر لے۔

بائیسواں مسئلہ:

چاروں مسلک کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے مکمل جسم کو چھپانا واجب ہے، خواہ ان میں سے وہ لوگ ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں پردہ میں داخل ہیں، یا وہ لوگ جو انہیں پردہ میں داخل نہیں سمجھتے ہیں، وہ سب کے سب اس زمانے میں اکثر لوگوں کی خرابی، ان کے دین کی کمزوری اور ان کے عورت کی طرف حرام نگاہی سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے، اس کو واجب سمجھتے ہیں۔

(عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ*)

*atazia75@gmail.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
”لا إله إلا الله“ کی گواہی	۳
”محمد رسول اللّٰہ“ کی گواہی	۱۱
توحید اور اس کی قسمیں	۲۵
شرک اور اس کی قسمیں	۳۳
ہمارا عقیدہ	۴۴
بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام	۸۷
انبیاء وصالحین کے بارے میں غلو کرنا	۱۰۹
توسل اور وسیلہ	۱۲۷
جادوگروں اور کاہنوں سے سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا	۱۳۸
طہارت	۱۴۶
نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ	۱۵۴
میت کی تجہیز وتکفین، جنازہ اور تدفین	۱۶۷
زکوٰۃ	۱۷۵
روزہ	۱۸۴
عمرہ کا طریقہ	۱۸۸
حج کا طریقہ	۱۹۲
مسجد نبوی کی زیارت	۱۹۶
خواتین کے مخصوص مسائل	۲۰۱

اسلامی عقیدہ اور عبادت سے متعلق

مسلمان کا تحفہ

(از: امام عبدالعزیز بن باز، علامہ محمد بن صالح العثیمین اور چیدہ عظیم اسکالرز)

جمع وترتیب

احمد بن محمد العمران

ترجمہ

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

ناشر

دار ابن الأثير